ان ہی مصنف کی دوسری کتابیں

مقدمہ نفسیات تقابلہ

نفسیات فاسدہ

نفسیاتی اصول

اساس نفسیات

نفسیات عضوی

نفسیات خواب

اصول نفسیات۔

افادیت

کانٹ

مشن پریس الہ آباد

سلسلۂ معقولات

نفسیات خواب

برگساں کے ایک لکچر کا ترجمہ

مع مقدمہ

از

معتضد ولی الرحمٰن، ایم۔ اے
پروفیسر نفسیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

۱۹۳۳
کتابستان۔ الہ آباد

دیباچہ از مترجم

۲۶ مارچ ۱۹۰۱ء کو برگساں نے انسٹیٹیوٹ سائیکالوجیک کے سامنے خواب پر ایک لکچر دیا، جو ۸ جون ۱۹۰۱ء کے "ریو سائنٹیفیک" میں شائع ہوا، اور اس کا انگریزی ترجمہ ۲۳ اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۳ء کے "انڈیپنڈنٹ" میں نکلا۔ اسی انگریزی ترجمہ کا اردو ترجمہ اب بنام "نفسیات خواب" قارئین کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ اس میں برگساں نے مسئلہ خواب پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

یہ ترجمہ اس سے قبل رسالہ "الناظر" لکھنؤ بابت جنوری ۱۹۲۹ء میں بشکل مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مولینا ظفر الملک صاحب علوی کے ایما سے میں نے اس کے لئے ایک مقدمہ لکھا جس میں خواب کے دیگر نظریات پر مجمل بحث کی گئی تھی۔ یہ بھی "الناظر" بابت مئی ۱۹۲۹ء میں بشکل مضمون طبع ہوا۔ اردو کے مشہور مصنف ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم نے بھی برگساں کے لکچر کا ترجمہ کیا تھا، جو انجمن ترقی اردو کے رسالہ سائنس کے کسی نمبر میں شائع ہوا۔ لیکن یہ ترجمہ "شاعرانہ" ہے اور نامکمل ہے۔ ترجمہ ہذا مکمل بھی ہے اور علاوہ بریں خواب کے دیگر نظریات کو بھی شامل ہے۔ لہذا قارئین کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو گا۔

میں اپنے غائبانہ کرم فرما مولینا ظفر الملک علوی مدفیضہ کا سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے ان مضامین کو رسالے کی صورت میں شائع کرنے کی اجازت عطا فرمائی

مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مترجم

مسئلہ خواب غالباً منجملہ اُن مسائل کے ہے جن پر انسان زمانۂ قبل تاریخ سے غور کر رہا ہے۔ قدیم اقوام کی روایات اور افسانوی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں میں عقلمند صرف وُہی سمجھا جاتا تھا جو خوابوں کی تعبیر کر سکتا تھا۔ یہی قابلیت دربار دن تک رسائی کا سہل ترین ذریعہ تھی۔ حالت بیداری میں مہمات مملکت کا تشریعیہ ہوا کرتا تھا، اور سونے کی حالت میں جو کیفیات دماغ میں گزرتی تھیں اُن کے لئے معبّر خواب کی طرف رجُوع کیا جاتا تھا۔ گویا معبر خواب کا رتبہ و درجہ وزیر کے مساوی تھا۔ ایک معنوں میں تو وُہ وزیر سے بھی زیادہ اہم رتبہ رکھتا تھا، اور وزیر سے زیادہ اُس کی عزت ہوتی تھی۔ وزیر کا کہنا ٹالنا آسان تھا لیکن معبر خواب کا ہر کلمہ قرآت رسالت

کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جو عزت و احترام کہ معبّر خواب کا ہوتا تھا اُس کو دیکھ کر وزیر جلا کرتے تھے، لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے۔ بادشاہ صبح کو اُٹھ کر سب سے پہلے معبّر خواب کو شرفِ باریابی عطا کرتے تھے، اس کے بعد دربار میں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ جو معبّر خواب کہ بادشاہ کی تسلّی و تشفی کر دیتا تھا، وہ تو سونے میں منڈھ دیا جاتا تھا، اور جو اس لحاظ سے ناکام رہتا تھا اُس کے لئے پھر زمین پر پناہ نہ تھی۔ اس کی بہترین مثال ہم کو حضرت یوسف اور حضرت دانیال علیہما السّلام کے قصّوں میں ملتی ہے۔ "پیرِ کنعان" کا بیٹا صرف اپنی اسی خداداد قابلیت کی مدد سے عزیزِ مصر بنا، اور وہ طاقت حاصل کی کہ بڑوں بڑوں کو طاق پر بٹھا دیا۔

معبّر خواب کی سی اہمیّت اور عزّت اگر کسی اور شخص کی ہوتی تھی تو وہ نجومی و رمال تھا۔ یہ بھی ہمیشہ بادشاہ کے ہم رکاب رہا کرتا تھا، اور ذرا ذرا سی باتوں کے لئے طلب کیا جاتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں خوابوں کی طرح نجوم و رمل بھی زمانۂ قبل تاریخ سے انسان کے زیرِ مطالعہ ہے لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ نجوم کے مطالعہ سے تو علم الافلاک اور طبیعیات پیدا ہوئے لیکن خوابوں کا مطالعہ بالکل بے ثمر رہا۔ اس وقت تک ہماری

حالت یہ ہے کہ نجوم و رمل کی کتاب پر تو ہم ایمان لے آتے ہیں لیکن خوابوں کے متعلق اگر کوئی رسالہ ہمارے سامنے آتا ہے تو حقارت آمیز تبسّم کے ساتھ اُس کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں۔ لیکن فطرت انسانی کے تناقضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو ہم خواب کو بالکل بیکار، اور اختلالِ دماغی کا نتیجہ سمجھتے ہیں، اور دُوسری طرف "خواب نامے اور تعبیر نامے" ہر زبان، ہر زمانہ، اور ہر ملک میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر ہم کوئی انوکھا خواب دیکھتے ہیں تو کسی نہ کسی طرح اس کی تعبیر کر لیتے ہیں، اور اُس سے تفاؤل کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ اگرچہ ہم خوابوں پر اعتقاد نہیں رکھتے، لیکن ہم کو اُن کے ساتھ دلچسپی ضرور ہے۔ یہاں عوام اور غیر تربیت یافتہ ذہنوں کا ذکر نہیں کہ یہ لوگ تو ہر رطب و یابس کو نہایت اعتقاد سے قبول کر لیتے ہیں۔ ذکر اُن لوگوں کا ہے، جو کسی مسئلہ پر غور و فکر کی اہلیت رکھتے ہیں، اور جن کا غور و فکر دُور رس نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ یہ لوگ موجُودہ صدی کے اوائل تک خوابوں کے مسئلہ کی طرف سے بے اعتنائی برتتے تھے۔ وجہ اس کی بداہتہً یہ ہے کہ علم

خواب نامے اور تعبیر نامے اُن بزرگوں کے قلم سے نکلے تھے، جو "مفکرین" نہیں کہے جا سکتے اور جن کو علما و ماہرین اپنی صفوں میں داخل نہ کرتے تھے۔ اُن میں یا تو چند "نیم ملا" تھے، یا محض دھوکہ باز اور روپیہ سمیٹنے والے۔ عوام کی تو یہ تشفی کر سکتے تھے، لیکن علماء و ماہرین اُن کو منہ نہ لگاتے تھے۔ اُدھر ماہرین نفسیات کے استغنا کا یہ عالم تھا، کہ وُہ مسئلۂ خواب کو اچھوت سمجھتے تھے۔ مخیلہ، تلازم اور خطور افکار کی بحث میں وُہ اُن کا ذکر کرتے تھے لیکن وُہ بھی محض ضمناً۔ اُن کے نزدیک یہ مسئلہ اِس قابل نہ تھا کہ اُس کی طرف توجہ کی جاتی۔ لیکن ماہرین کے اس طرز و طور میں یکایک انقلاب پیدا ہوا۔ جو مسئلہ اس وقت تک ناقابلِ اعتنا سمجھا جا رہا تھا اُس کی تحلیل میں بڑے بڑے جیّد ذہن مصروف ہوئے، اور یہ گرما گرم بحثوں کا موضوع بن گیا۔

اِس انقلاب کے پیدا کرنے کا سہرا وائنا یونیورسٹی کے پروفیسر سگمنڈ فرائیڈ کے سر ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ئہ میں اس کی کتاب (DIE TRAUM-DEUTUNG) شائع ہوئی، جس کو اگر خوابوں پر جدید تحقیقات کا سنگِ بنیاد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس کی اشاعت کے وقت تک

خوابوں کا کوئی ایسا نظریہ موجود نہ تھا؛ جو تناقض و تباین سے بری ہوتا۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ کوئی بُرا یا بھلا نظریہ موجود ہی نہ تھا۔ جب نفس خواب ہی پر کسی نے توجہ نہ کی تو بھلا یہ کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ کسی ماہر نے خواب اور حیات بیداری کے تعلق کی طرف اپنی نظر کیمیا اثر منعطف کی ہوگی! جیسا کہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے، خواب نامے اور تعبیر نامے تو بکثرت موجود تھے لیکن سب کے سب اپنی اپنی گاتے تھے، اور کسی علمی و حکمی نظریئے تک پہنچنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ لیکن ناانصافی ہوگی، اگر یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ ان ہی خزف ریزوں میں بعض اُن گرانمایہ جواہر ریزے بھی پوشیدہ تھے، اور ان ہی کو گھڑ گھڑا کر علمِ جدیدہ نے بیش بہا ہیرا بنا دیا +

مختصر یہ کہ ایک طرف تو فرائڈ سے قبل کے فلاسفہ اور ماہرینِ طب خوابوں کو نفسیاتی حیثیت سے بہت ہیچ سمجھتے تھے، اور دوسری طرف عوام اُن کو بہت قدر و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اور بہت سے عامیانہ عقائد کی طرح خوابوں کے متعلق یہ عقیدہ بھی علماء و ماہرین کے ہاتھوں میں جا کر صحیح ثابت

ہُوا، اگرچہ صحت و جواز کے لئے اس کو ذرا بدلنے کی ضرورت ہُوئی۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ بدو زمان سے عوام کا خیال ہے کہ خواب محض علامتی ہوتے ہیں، اور یہ کہ حیاتِ بیداری کے واقعات کی صُورت میں اُن کی تعبیر کی جا سکتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام خواب دیکھتے ہیں کہ گیارہ ستارے اور سُورج اور چاند اُن کو سجدہ کر رہے ہیں۔ وُہ اپنا یہ خواب جا کر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السّلام سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام اس خواب کی نہائیت اچھی تعبیر کرتے ہیں، اور بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں کہ "لَا تَقْصُصْ رُؤيَاكَ عَلٰى إِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا"۔ اسی طرح فرعون مصر سات موٹی اور سات دُبلی گائیں، اور سات سبز بالیاں اور سات سُوکھی بالیاں خواب میں دیکھتا ہے۔ وُہ اپنے درباریوں سے اس کی تعبیر دریافت کرتا ہے، لیکن بڑے بڑے عقلمند اپنے عجز کا اعتراف کرتے کرتے ہیں۔ حضرت یُوسف علیہ السّلام قید خانے میں اِس خصوص میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں، لہذا اس مہم کو سر کرنے کے لئے وُہ طلب کئے جاتے ہیں۔ وُہ آتے ہی اس عقدے کو نہائیت خوبی سے

وا کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں تعبیریں کس طرح ہوتی ہیں؟ محض اس اصول پر کہ خواب کی تمثالات حالتِ بیداری اور عالمِ حقیقی کی مخصوص اشیاء کی علامات ہیں، لہٰذا ان کا ترجمہ ان معنوں کے مطابق کر دیا گیا۔ گیارہ ستارے، گیارہ بھائیوں، اور سورج اور چاند، علی الترتیب، باپ اور ماں کو ظاہر کرتے تھے۔ اسی طرح فرعون مصر کے خواب میں سات موٹی اور سات دُبلی گائیں، اور سات سبز اور سات سوکھی ہوئی بالیاں بھی سات برس فراوانی کے اور سات برس خشک سالی کے تھیں۔ عوام کا اس وقت تک بعینہ یہی عقیدہ ہے۔ وہ رات کو خواب دیکھتے ہیں، اور دن کو ان خوابی تمثالات کے معنے کی تلاش کر کے تعبیر کی کوشش کرتے ہیں +

اب عوام کی یہ تعبیر بالعموم دو مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے۔ بعض صورتوں میں تو تمام کا تمام خواب من حیث المجموع لیا جاتا ہے اور اُس کی تحلیل کئے بغیر اُس کی تعبیر کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس صورتِ تعبیر کے لئے کوئی مقررہ و معینہ اصول و قواعد نہیں، یہ بالکل فرضی اور خیالی ہوتی ہے۔ اور عام خیال یہ ہے کہ اس کے لئے کسی خاص

ملک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے یہ صرف دینی بزرگوں کے لئے مخصوص تھی۔ تعبیر کی دُوسری صورت میں مقررہ و معینہ علامات ہوتی ہیں۔ خواب کی تحلیل کی جاتی ہے اور یہ علامات الگ کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد پھر ان علامات کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے۔ تمام خواب نامے اور تعبیر نامے اسی دُوسری صُورت کو اختیار کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السّلام بھی اسی طریق کے مُطابق خواب کی تعبیر کرتے ہیں +

اس کے علاوہ عالم و جاہل اور عوام و خواص دونوں، خوابوں کی بعض خصُوصیات پر متفق ہیں۔ دونوں کے نزدیک یہ خصوصیات غیر مشتبہ ہیں، کہ ہر خواب میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلی خصُوصیت تو یہ ہے کہ خواب میں وُہ باتیں یاد آجاتی ہیں، جو حالت بیداری میں ذہن سے بالکل محو ہو چکی ہوتی ہیں۔ بعض صُورتوں میں تو یہ باتیں اس قدر پرانی ہوتی ہیں کہ ہم اُن کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔ اس شناخت کے لئے ہم کو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ مختصر یہ کہ خوابی حافظہ اس قدر تیز ہوتا ہے کہ بیداری کا حافظہ نہیں ہو سکتا۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے خواب کسی نہ کسی تازہ تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہی تجربہ مسخ ہو کر ہمارے خوابوں کا مواد بن جاتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ خارجی احساسی ارتسامات اکثر خوابوں کو شروع کرتے ہیں، چنانچہ سردی کے دنوں میں اگر ہمارے اوپر سے لحاف اتر جائے اور ہم کو سردی محسوس ہو، تو ہم اکثر خواب دیکھتے ہیں کہ ہم بازار میں ننگے چلے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کودی اٹ نے اس کی ایک دلچسپ مثال بیان کی ہے:۔

"ایک جوان لڑکی کو بچپن ہی سے اپنا انگوٹھا چوسنے کی عادت تھی، اور وہ اس عادت کو ترک کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لئے وہ ایلوا پیس کر اپنے انگوٹھے پر لگائے رکھتی تھی۔ ایک رات اس نے خواب دیکھا، کہ وہ ایک ایسے جہاز پر سفر کر رہی ہے جو نیم کی لکڑی کا بنا ہوا ہے، اور اس کا تمام سامان بھی اسی لکڑی کا ہے۔ نیم کی بو اس طرح تمام جہاز میں پھیلی ہوئی ہے کہ ہر سانس جو اندر جاتا ہے، کڑواہٹ اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز وہ کھاتی ہے،

اُس میں نیم کی کڑواہٹ ہوتی ہے۔ ہیور (HAVRE) پر پہنچنے کے بعد اُس نے ایک گلاس پانی مانگا، تاکہ وہ کُلّی کر کے اپنا مُنہ صاف کر لے، لیکن یہ بھی نیم ہی کا عرق تھا۔ چونکہ اُس کو پیاس بہت لگ رہی تھی، لہذا وُہ آنکھ بند کر کے اُس کو پی گئی۔ اب وُہ پیرس گئی، اور ایک مشہور طبیب سے مشورہ کیا، اور اُس سے کہا، کہ اِس نیم کے اثر کو اس کے جسم سے زائل کر دے۔ طبیب نے جواب دیا کہ اس کا صرف ایک علاج ہے، اور وُہ گائے کا پِتّہ ہے۔ اس طبیب نے کئی پاؤنڈ پِتّہ اس کو دے دیا چند ہی ہفتوں میں نیم کا تو اثر زائل ہو گیا لیکن پتے کی بُو نے اُس کی جگہ لے لی، اور یہ بھی اُتنا ہی کڑوا اور بدمزہ ثابت ہُوا۔ اس پتے کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اس سے کہا گیا، کہ پوپ سے مشورہ کرے۔ چنانچہ وُہ روم گئی اور پاپائے مقدس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس نے کہا کہ اس کو اُس میدان کی طرف جانا چاہئیے، جہاں نمک کا ستون کھڑا ہے، اور اُس ستون میں سے اپنے انگوٹھے کے برابر ایک ٹکڑا لے کر کھانا چاہئیے۔ چنانچہ

اُس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اُس کی آنکھ کھُل گئی، اور اُس نے دیکھا کہ وُہ اپنے انگوٹھے کا ایلوا چُوس رہی ہے!"

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم ایک خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں، کہ کوئی خارجی احساسی ارتسام مداخلت کرتا ہے۔ اس احساسی ارتسام کی وجہ سے یہ خواب رُک نہیں جاتا، بلکہ اس خواب کی روشنی میں اس ارتسام کی تاویل کر لی جاتی ہے۔ ایک عورت (جو مصنفّہ تھی) خواب دیکھ رہی تھی کہ وُہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ تعطیلات منانے کا مشورہ کر رہی ہے۔ اسی خواب کے دَوران میں ایک شخص نے اُس کے کان میں ایک نظم پڑھی۔ اب اس عورت نے دیکھا کہ اس مشورہ کے دَوران میں اس کی تصانیف کے ناشر کا ایک پیغام آیا ہے، اور اس معاہدے میں سے کچھُ عبارت پڑھ کر سُنا رہا ہے، جو اس مصنّفہ اور اس ناشر کے درمیان ہوا ہے۔ وُہ عورت (خواب ہی میں) اس کو مداخلت بے جا سمجھتی ہے، لیکن اُس کا خیال ہے، کہ اس سے اُن کے تعطیلات منانے میں کوئی ہرج واقع نہ ہوگا۔

ان خارجی احساسات کے علاوہ داخلی عضوی احساسات بھی

خواب کو شروع کرنے یا اُس کو متغیر کرنے میں بہت دخل رکھتے ہیں۔ اشتراکی نظامِ عصبی[1] سے آنے والے احساسات تو خصوصیت کے ساتھ اہم ہوتے ہیں+

خوابوں کی یہ خصوصیت تو اِس قدر اہم ہے، کہ بعض ماہرین نفسیات نے اپنے نظریہ خواب کو اسی پر مبنی کیا ہے۔ پروفیسر کُلپے لکھتا ہے[2]:-

"قدیم نظریات کے مطابق یہ (خواب) ایک خود رَو تمثلی فعلیت کا نتیجہ ہوتے تھے...... لیکن زمانۂ حال کی تحقیق نے منکشف کیا ہے کہ خواب مخصوص احساسی مراکز پر خارجی، یا داخلی مہیجات کے شدید عمل سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو خیالات کہ مخصوص تہیجات سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں رکھتے، وہ ممتنع رہتے ہیں۔ یہی بڑی وجہ ہے اِس بات کی کہ خوابی شعور کا تعلق، اور اُس کی تاویل، حیاتِ بیداری کے تعلق، اور اُس کی تاویل سے اِس قدر مختلف ہوتی ہے۔ اس وقت ارادہ

---

[1] SYMPATHETIC NERVOUS SYSTEM

[2] OUTLINES OF PSYCHOLOGY.

تو موجود ہوتا ہی نہیں، جو سلسلۂ خیالات میں انضباط پیدا کرے یا ان کی ہدایت کرے۔ اسی لئے سونے والے کی تمام فعلیتیں (یہ داخلی ہوں، مثلاً خواب کی صورت میں، یا خارجی، مثلاً مشی فی النوم کی حالت میں)، ایسی رہ جاتی ہیں کہ گویا یہ اتفاقاً پیدا شدہ احیاآت ہیں۔ اگر خوابی شعور میں حالت بیداری کے مطابق ارادی فکر کی خصوصیات باقی رہیں، تو سمجھنا چاہیئے کہ خواب دیکھنے والے کا دماغ ماؤف ہے۔ یہ تو ظاہر ہے، کہ خوابی خیالات کی تشکیل اور اُن کے سیلان کے قوانین کو مفصل طور پر بیان کرنا بہت دشوار ہے لیکن ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان کی وضاحت، یعنے اوہام سے ان کا قرب، دیگر ارتسامات کی عدم موجودگی پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر یہ موجود ہوں تو خوابی شعور مبہم اور غیر واضح ہو جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ خواب میں جو اصولِ احیاء کارفرما ہوتے ہیں، وُہ بعینہٖ وہی ہوتے ہیں جو حالت بیداری میں عمل کرتے ہیں۔ سب سے آخری بات جس کی طرف ہم کو توجہ مبذول کرانی ہے، یہ عام تجربہ ہے کہ خوابوں کا حالتِ بیداری

کے شعور پر بہت خفیف اثر ہوتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خوابوں کی پیدائش میں ادراک کو بہت ہی کم دخل ہوتا ہے"

اسی طرح ایک سلسلۂ مضامین میں ڈاکٹر ایل، ایچ، ہارٹن نے بھی خواب کا تقریباً ایسا ہی نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق احساسی ارتسامات کے بیچ بیچ میں حائل اور واقع ہونے، اور ان کی تدقیق و تکمیل کو خوابوں کی بڑی خصوصیت بتایا گیا ہے۔ پھر ہارٹن نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی کہ وہ کام صرف مخصوص حواس کے ارتسامات کی طرف منسوب کرے، مثلاً سوتے ہوئے ٹانگ کھل جانے سے سونے والا خواب دیکھے کہ وہ پانی میں چل رہا ہے، یا کسی کرخت آواز کو سن کر اس کو خواب دکھائی دے کہ توپیں داغی جا رہی ہیں۔ مخصوص حواس کے ارتسامات کے علاوہ مبہم جسمانی احساسات (حرکی و حشوئی) کو بھی اس نے اس میں شریک کیا ہے؛ مثلاً ہلکے پن کے خوابوں کو وہ دعائی حرکی اور حرکی حالات کا نتیجہ سمجھتا ہے، جو ہلکے پن اور جلد پر دباؤ کے فقدان کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور جن کی تعبیر خواب دیکھنے والا تمام ٹھوس اشیاء کے ساتھ

VASOMOTOR کے VISCERAL کے KINAESTHETIC کے

مس نہ کرنے، یعنی ہوا میں اُڑنے، کی صورت میں کرتا ہے۔ ہارٹن اس سے
ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے اور خواب کی مختلف تصاویر کو مختلف
آلات و اعضاء کی حالت کی علامات سمجھتا ہے۔ چنانچہ کسی عضو یا آلہ
کی سوزش اُس کے نزدیک سرخ رنگ کی اشیاء کی صورت اختیار کرتی
ہے۔ اسی طرح نبض کی تیز حرکت سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے،
اور پھر ایک خود پسند عورت کی تمثال کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔
ان تمام تمثالات کو وہ "آزمائشی درکات" کہتا ہے۔ یہ درکات اس بات
کا نتیجہ ہوتے ہیں، کہ ذہن جسمانی احساسی ارتسامات کی تاویل میں گھبراتا
پھرتا ہے۔ بعض صورتوں میں غیر واضح طور پر مدرک جسمانی حالت خواب
دیکھنے والے کے علاوہ کسی اور شخص میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر میکڈوگل
کا بیان ہے کہ اُس نے ایک مرتبہ خواب دیکھا تھا کہ ایک ریل گاڑی
میں اسباب کے مچان پر ایک لڑکا اس طرح پھنس گیا ہے کہ اُس کا
سر نیچے ہو گیا ہے اور ٹانگیں اوپر، اور یہ کہ اُس کا تمام جسم اور اُس کی
گردن اکڑی ہوئی ہے۔ جاگنے پر معلوم ہوا کہ اُونچے تکیہ پر سونے

سلہ TRIAL PERCEPTS

کی وجہ سے خود اُس کی گردن اکڑی ہوئی ہے[۱]+

مذکورۂ بالا خصوصیات کے علاوہ خواب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بعض ہیجانات ایسے ہوتے ہیں، جو سونے والے کے ذہن کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں۔ سب سے آخری قابل ذکر اور عام ترین خصوصیت یہ ہے کہ خوابوں میں جو واقعات وحادثات نظر آتے ہیں، وہ اکثر و بیشتر لغو ہوتے ہیں۔ ان میں نہ کوئی منطقی ترتیب ہوتی ہے، نہ کوئی باقاعدہ تسلسل، اور نہ ان میں کوئی ڈھنگ کی چیز دکھائی دیتی ہے۔ لیکن لطف یہ ہے، کہ باوجود ان تمام باتوں کے ہم خوابوں کو خواب دیکھتے وقت حقیقی سمجھتے ہیں[۲]۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین نے فیصلہ کیا ہے، کہ خواب اختلال ذہنی و دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے کوئی معقول اور باقاعدہ نظریہ قائم کرنے اور اس عدم نظم و ترتیب کو

---

[۱] دیکھو OUTLINES OF ABNORMAL PSYCHOLGY مصنفہ پروفیسر میکڈوگل صفحہ ۱۳۲۔ میکڈوگل کے نزدیک بھی یہ عقیدہ کچھ نہ کچھ صداقت رکھتا ہے۔

[۲] جیمس لکھتا ہے "سونے کی حالت میں عالم رویا ہمارا عالم حقیقی ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں ہماری توجہ عالم محسوس سے ہٹ جاتی ہے۔ (پرنسپلز، جلد دوم، صفحہ ۲۹۴)

وجود نظم و ترتیب سے بدلنے کی کوشش نہیں کی، اور نہ ان لغویتوں کی توجیہ کے لئے کوئی تکلیف گوارا کی۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ یہ مسئلہ عوام کالانعام، یا نام نہاد فلسفیوں تک محدود رہ کر ہمیشہ کے لئے قعرِ غفلت میں جا پڑا۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ خواب پر علمی و حکمی بحث شروع کرنے کا شرف پروفیسر ڈاکٹر فرائڈ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں اُس کی کتاب (DIE TRAUMDENTUNG) شائع ہوئی، جس کو دیکھ کر علماء و ماہرین کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ یہ لوگ اب تک خوابوں کو اختلالِ ذہنی کا نتیجہ سمجھ رہے تھے، اور ان کو اس قابل نہ سمجھتے تھے، کہ اُن پر وقت ضائع کیا جائے۔ لیکن فرائڈ کی تصنیف نے اُس میں وہ وہ باتیں منکشف کیں، جو نہ صرف خالصۃً علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے دلچسپ تھیں، بلکہ جن کی مدد سے ذہن کے ہزاروں اسرار و غوامض وا ہوتے ہیں،

۱؎ اس سلسلہ میں ڈاکٹر ریورز (RIVERS) کا یہ جملہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا، "ابھی چند ہی سال ہوئے کہ میں نے یونیورسٹی کے ایک امتحان میں خوابوں کی تعبیر پر ایک سوال دیا، اس پر اعتراض ہوا، کہ متعلموں کو خوابوں کے متعلق کچھ واقفیت نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ ان کو خوابوں کے متعلق کچھ پڑھایا ہی نہیں گیا۔ مختصر یہ کہ نفسیاتِ خواب کا مسئلہ اس قابل نہ سمجھا گیا، کہ اس کو نفسیات کے نصاب میں شامل کیا جاتا۔" دیکھو اس کی کتاب (CONFLICT OF DREAMS) مطبوعہ سنہ ۱۹۲۲ء صفحہ ۱

معلومات حاصل ہوتی ہیں، جو کسی اور طریقے سے حاصل نہ ہو سکتی تھیں۔ پروفیسر فرائڈ ماہر نفسیات نہیں، اگرچہ اُس نے نفسیات کا مطالعہ ضرور کیا ہے۔ وُہ دراصل ماہر طب ہے اور علم الاعصاب کا پروفیسر ہے۔ اپنے اِس مخصوص مطالعہ کے دَوران میں اُسے کہیں کہیں نفسیات کی ضرورت محسوس ہوئی، لہٰذا اُس نے اس علم کو بھی چھان مارا۔ لیکن جیسا کہ ہونا لازمی تھا، اُس نے نفسیات کا مطالعہ بھی طبی نقطۂ نظر سے کیا، اور خوابوں کے متعلق جو کچھ اُس نے لکھا ہے، وہ زیادہ تر طبی نقطۂ نظر ہی سے لکھا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ خوابوں کی جو تحقیق فرائڈ نے کی ہے، وہ متعلمانِ نفسیات کے لئے بیکار ہے۔ برخلاف اس کے کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص نفسیات خواب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے وُہ اُس کتاب سے کنارہ نہیں کر سکتا۔ یہ ممکن ہے کہ ہم اُس کے نفسیاتی عقائد سے اتفاق نہ کر سکیں، یا اُس کے نظریۂ خواب میں بیسیوں نقائص و اسقام دریافت کر لیں، یا اُس کو سراپا عیب ناک سمجھ کر رد کر دیں، لیکن یہ خیال رکھنا چاہئیے کہ کسی چیز کی اختراع و ایجاد ایک امر دشوار ہے، اور اس کی اصلاح و ترمیم بچوں کا کھیل۔ اصلاح و ترمیم کرنے والے، اگر یہ یاد رکھیں کہ اُن کی تمام عقلمندی و تیز فہمی اور نکتہ فہمی

د نکتہ آفرینی کی اصلی بناؤ موجد یا مخترع ہے، تو وہ پھر کبھی اس کو کلمۂ بد سے یاد نہ کریں۔ پروفیسر فرائیڈ بھی موجد مخترع ہے، اور اس لئے تمام محققین خواب کی جدت آفرینیوں کا سنگِ بنیاد ، وہ بادی ہے، لہٰذا ظلم ہے۔ اوروں کے نظریات اگر اس کے نظریئے پر فائق ہیں، تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ کیا ہر نقاش کا نقش ثانی نقش اول سے بہتر نہیں ہوتا؟ اُس کا نظریہ چونکہ تمام نظریاتِ خواب کا اصل اصول ہے، لہٰذا ہم اُس کو ذرا معمول کر اور تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

فرائڈ کا نظریۂ خواب بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس کی نفسیاتی تعلیمات مختصراً بیان کر دی جائیں، کیونکہ اُن کے بغیر اُس کا نظریہ بالکل ناقابل فہم رہتا ہے۔[۱]

فرائڈ کی نفسیاتی تعلیمات کی ایک عجیب اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اُس کے نزدیک کثیر التعداد شہوانی ہیجانات، بلکہ کہنا چاہیئے کہ وہ کثیر التعداد سادہ خلقی میلانات، جو اس کے خیال میں دوران ارتقاء

---

[۱] یہ تمام بیان پروفیسر میکڈوگل کی بے نظیر کتاب AN OUTLINE OF ABNORMAL PSYCHOLOGY کے باب ہشتم سے ماخوذ ہے۔

میں ممتزج ہو کر شہوانی جبلّت کا باعث بننے والے ہیں، زمانۂ شیرخواری ہی سے عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں.... ان سے بچے کو شہوانی لذت حاصل ہوتی ہے.... کچھ ہی دنوں بعد "محتسب" اجتماعی ماحول کی رہنمائی میں تشکیل پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اب اس "محتسب" کے رجحانات اور شہوانی ہیجانات میں اکثر تنازع واقع ہوتا ہے، اور فی الجملہ مقدم الذکر غالب آتا ہے اور بچپن کے شہوانی رجحانات کو دبانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح تقریباً چھٹے سال موخر الذکر ہیجانات، ماسوا ان کے اس جزو کے جو حرکت کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہتا ہے، تقریباً نیست و نابود ہو جاتے ہیں لیکن یہ ہیجانات فی الواقع نیست و نابود نہیں ہو جاتے، بلکہ مضمر اور نسبتاً منفعل ہو جاتے ہیں۔ پھر جب ایام بلوغ شروع ہوتے ہیں، اور ان کے ساتھ

ؔ اس کی تعریف آگے آتی ہے ؎ فرائڈ کے ہاں یہ اصطلاح اس قوت پر دلالت کرتی ہے، جس کو شہوانی جبلت استعمال کرتی ہے۔ یا دو ترا لفظی ہے، جو اس جبلت سے آزاد ہوتی ہے، اور جو اپنے آپ کو ان ہیجانات کی صورت میں ظاہر کرتی ہے، جو شعور اور فعل میں نمایاں ہونے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہر طرح بھوک کے مشابہ ہے اور وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے یہ جبلت شہوانی ظاہر ہوتی ہے۔

ہی تمام شہوانی نظام کی وُہ توانائی افزوں ہو جاتی ہے، جو خاص آلات شہوانی کی پختگی کا نتیجہ ہوتی ہے تو ضبط شدہ شہوانی ہیجانات دوبارہ کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن اِس وقت تک "محتسب" اِس قدر طاقتور ہو جاتا ہے کہ یہ مختلف شہوانی رجحانات شعور یا ظاہری حرکات کی صُورت میں اپنا اظہار کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ کارگُن تو ہوتے ہیں، لیکن دبے رہتے ہیں۔ اِس طرح ان سے مؤلّفاتؔ[له] کا ایک مجمُوعہ پیدا ہوتا ہے، جو گویا اِس تمام چیز کا مرکز ہے، جس کو فرائڈ "غیر شعور" کہتا ہے۔ "غیر شعور" اُس کے نزدیک ذہنی ساخت کا ایک حصّہ ہے جو اگرچہ مختلف طریقوں سے عمل کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن جو "محتسب" کی وجہ سے بالراست اپنا اظہار نہیں کرسکتا۔ "غیر شعور" کا یہ مرکز، جو بچپن کے شہوانی رجحانات کو زمانۂ شیر خواری میں دبانے کا نتیجہ ہوتا ہے، تمام دَورانِ ارتقا میں اُن مختلف دبے ہُوئے، یا ضبط شدہ رجحانات، یا خواہشات کو بھی اپنے آپ میں ضم کرتا رہتا ہے جو "محتسب" کے رجحانات کے منافی ہوتے ہیں۔

له "COMLEX ES."

"غیر شعور" کا جو حصہ زمانۂ شیر خوارگی میں شکل پذیر ہوتا ہے، اُس میں ایک ذہنی نظام یا ایک ضبط شدہ عاطفہ[۱] بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اسی کو فرائڈ ی اوڈیپس مؤلف[۲] کہتا ہے۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے اِس بات کا کہ شیر خوار بچہ شروع ہی سے اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے، اور خصوصاً اس بات کا کہ وُہ اپنی ماں کی چھاتی سے دُودھ پیتا ہے۔ زمانہ بلوغ میں اس مؤلف کی فعلیت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے اور ماں کی طرف ایک معیّن شہوانی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خواہش بالعموم "غیر شعور" تک محدود رہتی ہے؛ یعنی یہ کہ اس میں فعلیت تو ہوتی ہے لیکن "شعوری تفکر" یا ظاہری فعل میں اس کا اظہار نہیں ہو سکتا +

فرائڈی تعلیمات میں ایک اور پیچیدگی "قبل شعور"[۳] کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی ماہیت اور ضبط شدہ مؤلفات (جن سے "غیر شعور" مرکب ہوتا ہے) اور شعوری تفکر سے اس کے تعلقات کی توضیح خود فرائڈ ہی کے الفاظ میں مناسب ہو گی:-

"لہٰذا غیر شعوری نظام کو ایک بڑی ڈیوڑھی سے تشبیہ دی جا سکتی

OEDIPUS COMPLEX ۲ـــ SENTIMENT ۱ـــ

PRECONCIOUS ۳ـــ

ہے، جس میں مختلف ذہنی تحریکات، افرادِ اشخاص کی طرح، بھری پڑی ہیں۔ اس کے قریب ہی ایک اور چھوٹا سا کمرہ ہے، جو گویا دیوان خانہ ہے۔ یہ بھی شعور کا مسکن ہے۔ لیکن ان دونوں کے درمیان، دہلیز پر ایک شخص کھڑا ہے، جو گویا پاسبان، یا چوکیدار ہے۔ یہ پاسبان مختلف ذہنی تحریکات کا معائنہ کرتا ہے، ان کا احتساب کرتا ہے، اور اگر یہ ان کو پسند نہیں کرتا تو پھر ان کو دیوان خانہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ خواہ یہ پاسبان کسی ہیجان کو دہلیز ہی سے لوٹا دے، یا دیوان خانے میں داخل ہو جانے کے بعد اُس کو باہر نکال دے، دونوں صُورتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے اس پاسبان کی چوکسی اور ہوشیاری، اور اس کی سرعتِ شناخت کا اندازہ ہوتا ہے، اور بس... شعور غیر شعور، یعنے ڈیوڑھی میں ٹھیرنے والی تحریکات، کو دیکھ نہیں سکتا، کیونکہ یہ دیوان خانہ میں رہتا ہے۔ اس طرح ابتداءً یہ سب تحریکات غیر شعوری رہتی ہیں۔ جب یہ دہلیز کی طرف ہجوم کرتی ہیں اور پاسبان، یا محتسب، اُن کو دھکیل دیتا ہے، تو پھر وہ شعوری نہیں رہ سکتیں۔ اسی حالت میں ہم ان کو ضبط شدہ کہتے ہیں۔ لیکن جو تحریکات کو دہلیز

کو عبور کر جاتی ہیں، وہ بھی بالضرورت شعوری نہیں ہو جاتیں۔ یہ شعوری صرف اُس وقت ہو سکتی ہیں جب یہ شعور کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا دوسرے کمرے یعنی دیوان خانے کو قبل شعوری نظام کہنا مناسب ہوگا..... ضبط شدہ کی اصطلاح جب کسی واحد ہیجان کے لئے استعمال کی جاتی ہے، تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں، کہ یہ پاسبان یا محتسب کے انکار کی وجہ سے غیر شعوری نظام سے نکل کر قبل شعوری نظام میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

اب ان مقدمات کی مدد سے ہم فرائڈ کے نظریۂ خواب کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

فرائڈ اس عقیدے کی صداقت کا معترف ہے کہ اتفاقی احساسی ہیجانات مثلاً آوازیں اور دباؤ، مافی الاحلام کو معیّن کرنے میں بہت دخل رکھتے ہیں۔ لیکن اُس کا خیال ہے کہ جو تعبیر کہ خواب دیکھنے والا اس احساسی ارتسام کی کرتا ہے، وُہ مزید توجیہ کا محتاج ہے، اور فی الجملہ یہ صحیح بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا خیال ہے کہ خواب کا کوئی حصّہ بھی اتفاقی نہیں ہوتا۔ ان ہی حقیر اور (بظاہر) بلامحرّک

تفاصیل کی تحقیق و تفحیص سے ہم اپنے نتائج تک پہنچ سکتے ہیں +

جس صُورت میں کہ خواب ہم کو یاد رہتا ہے، یا جس صورت میں کہ ہم اُس کو یاد کرتے ہیں، وہ "صریحی مافی الاحلام" کہلاتی ہے۔ خیال یہ ہے کہ یہ اُن ہیجانات کا مسخ شدہ مظہر ہے، جو "غیر شعور" کے ضبط شدہ مؤلّفات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔۔ یہ ہیجانات ہر صورت میں شہوانی ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ یہ تمام مؤلّفات زمانۂ شیر خواری میں جنم لیتے ہیں، اس طرح لیبیڈو، اُن ہیجانات کی صُورت میں مختلف اشیاء پر مجتمع ہوتا ہے، جو بعد میں ضبط کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا صریحی مافی الاحلام اُن شہوانی ہیجانات کا مسخ شدہ مظہر بن جاتا ہے، جو اوائل عمر ہی میں مجتمع و مستقل اور ضبط شدہ ہو جاتے ہیں، اور بعد میں جن کی تقویت شہوانی رجحانات کے مزید ضبط سے ہوتی ہے۔ یہ مظہر مسخ اس غرض سے ہو جاتا ہے کہ محتسب، کی نگاہ سے بچ کر شعور میں داخل ہو جائے۔ خیال یہ ہے کہ اس عمل سے "غیر شعور" کی شہوانی خواہشات کی تشفی ہوتی ہے! یہ عمل خواہ کتنا ہی مکمل ہو، یا اُس کے ناکافی ہونے کی صُورت میں یہ شخصیت کے ذی شعور حصّہ کے لئے چاہے جتنا تکلیف دہ ہو +

مختصر یہ، کہ "غیر شعور" ایک تقریباً شخصی وجود فرض کیا گیا ہے۔ یہ قوی اور پُر فعلیت متخالفین، یعنی "غیر شعور" اور "محتسب" کے تنازع کے نتیجہ کو وصُول، یا برداشت، کرتا ہے۔ یہ دونوں مخالفین ہر وقت برسرِ مناقشہ رہتے ہیں۔ اوّل الذکر تو اپنے آپ کو شعور اور جسمانی فعل میں ظاہر کرنے کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اور ثانی الذکر اُس کو دبانے اور رد کنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک صحیح و تندرست شخص کی حیات بیداری میں "محتسب" تقریباً پُوری کامیابی کے ساتھ غالب رہتا ہے۔ اِس کامیابی میں کبھی کبھی زبان، یا ہاتھ کی بھول سے نقص پیدا ہوتا ہے؛ یا پھر بیکاری اور محویت کے اُن لمحوں سے، جن میں ہم خواب بیداری میں مصروف ہوتے ہیں، یا نحش قسموں سے۔ کبھی سونے کی حالت میں "محتسب"، خاص طور پر ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کی چوکسی اور ہوشیاری کم ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں "غیر شعور" اپنے شہوانی ہیجانات کے مظاہر کو مسخ کر کے اُس کو دھوکا دیتا ہے، اور اپنی خواہشات اور خفیہ خوابی خیالات کو اس طرح مافی الاحلام میں تبدیل کر دیتا ہے کہ نیم خفتہ و نیم بیدار "محتسب" ان کی اصلی شکل و صورت معلوم نہیں کر سکتا۔

یعنی یہ کہ صریحی خواب ایک ایسی چیز ہے جس میں متخالفین باہم صلح کر لیتے ہیں۔ پھر چونکہ "غیر شعور" اپنے اس نئے بھیس کے لئے اکثر ان اشیاء و حادثات کا انتخاب کرتا ہے جن کا حیاتِ بیداری میں عنقریب تجربہ ہوا ہے، لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ تشکیل خواب میں شعوری نظام بھی دخل رکھتا ہے +

لہٰذا ایک معنی میں عمل خواب ایک ایسا عمل ہے کہ جو سونے والے کو "غیر شعور" کے خلل انداز اثرات سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ خیال یہ ہے کہ اگر "غیر شعور" کے شہوانی ہیجانات اس طرح بھیس بدل کر شعور میں ظاہر نہ ہوں، تو اتنا صدمہ ہو گا کہ اس کی نیند حرام ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مخفی خوابی خیالات زیادہ تر زمانہ شیر خواری کے مختلف الشکل رجحانات کے مظاہر ہوتے ہیں؛ اور اگر ہم ان کی ماہیت و نوعیت کو معلوم کر سکتے تو ثابت ہوتا کہ یہ زناکاری اور حرامکاری کے خیالات، یا قریبی رشتہ داروں کی موت کی تمنا، یا اس کا تخیل، یا اسی قسم کی کوئی اور بات ہے۔ لیکن نیند کا اصلی محافظ "محتسب" ہے، نہ کہ خواب +

مخفی خوابی خیالات صریحی خواب میں آنے کے لئے جو بھیس بدلتے ہیں، یا اپنی صورت مسخ کرتے ہیں، اُس کے کئی طریقے ہُوا کرتے ہیں، یا کہا جاسکتا ہے، کہ یہ مختلف اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان کو بھی مختصراً بیان کرنا مفید اور مناسب ہوگا +

ایجاز و اختصار، حک و اضافہ، تغیر و تبدل، اور مواد کی از سرِ نو جماعت بندی، مختلف طریقے ہیں خوابی احتساب کی فعلیت کے، اور مختلف ذریعے ہیں تمسیخ و تحریف کے۔ پھر نفس احتساب تمسیخ کا بانی مبانی، یا اُس کے بانیوں میں سے ایک ہوا کرتا ہے...... تنظیم و ترتیب کا تغیر و تبدل "نقل[۱]" کی اصطلاح میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ اُس کی نقل کی ضرورت کا بانی "محتسب" ہے، لیکن نقل کرنا "غیر شعور" ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر شعور ہی "محتسب" کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالتِ بیداری میں "محتسب" مخفی خوابی خیالات کی اصلی ماہیت و نوعیت کے کشف میں مانع آتا ہے +

اُوپر بیان ہوچکا ہے کہ شہوانی ہیجانات صریحی مانی الاحلام، یا

---

[۱] DISPLACEMENT

شعوری نظام میں داخل ہونے کے لئے بھیس بدلتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ مختلف علامات کے ذریعہ اور راستہ سے شعور میں آتے ہیں۔ خود فرائڈ کا قول ہے کہ "علامات سازی" ہمارے نظریہ کا عجیب ترین اور نمایاں ترین حصہ ہے۔" لہذا ذیل میں اس پر مختصر توجہ کی جاتی ہے +

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ مخفی خوابی خیالات کو ان علامات کے اختیار کرنے کی ضرورت "محتسب" کی چوکسی وہوشیاری کی وجہ سے پڑتی ہے۔ لیکن صریحی خواب کا ابہام اور اس کی عدم وضاحت صرف اس تمسیخ و تحریف ہی پر مبنی نہیں ہوتی۔ "اگر یہ احتساب اٹھا بھی دیا جائے، تب بھی ہم خوابوں کو سمجھ نہ سکیں گے۔" اس ابہام و عدم وضاحت کی دوسری بنا "غیر شعور" کا یہ رجحان ہے کہ وہ اپنے آپ کو شعور میں علامات کی صورت میں ظاہر کیا کرتا ہے۔ ان ہی علامات کی وجہ سے بعض حالتوں میں، خواب دیکھنے والے سے سوال کئے بغیر خواب کی تعبیر کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اشخاص کا "غیر شعور" چند ایسی علامات استعمال کرتا ہے، جن سے خوابی خیالات کی اشیاء، اور خصوصاً جسم کے ان حصوں

کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جن کی دلالت شہوانی ہے۔ فرائڈ اور اُس کے شاگردوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے بہت سی علامات کے معنی معلوم کر لئے ہیں۔ اور اس طرح کہ انہوں نے دیکھا کہ صریحی خواب کی بہت سی تمثالات کی اِس طریقہ سے تعبیر کرنے سے تمام خواب کی ایسی تعبیر ممکن ہوجاتی ہے، جو اس نظریہ کے، اساسی افتراض کے مطابق ثابت ہوتی ہے۔ یہ اساسی افتراض یہ ہے کہ صریحی خواب "غیر شعور" کی شہوانی آرزوؤں اور خواہشات کا اظہار کرتا ہے، یہ اظہار کسی قدر مسخ شدہ صورت میں کیوں نہ ہو +

جن اشیاء کا خواب میں علامات کے ذریعہ استحضار ہوتا ہے، اُن کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ جسم انسانی بحیثیت مجموعی، والدین، بال بچّے، بھائی بہنیں، پیدائش، موت، اور عریانی وہ اشیاء ہیں۔ جسم انسانی "بحیثیت مجموعی" کا استحضار ایک گھر کی صورت میں ہوتا ہے۔ ...... اس گھر کی دیواریں اگر سطح اور ہموار ہیں تو یہ گھر مرد کے جسم کی علامت ہے، اور اگر اس میں منڈیریں اور سہ دریاں ہیں کہ جنہیں پکڑا جا سکتا ہے، تو یہ گھر عورت کا جسم ہے۔ والدین، بادشاہ، یا ملکہ کسی اور رفیع الدرجات

شخصیتوں، کی صورت اختیار کرتے ہیں..... بال بچے اور بھائی بہنوں کے ساتھ خواب میں اتنا اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔ چھوٹے چھوٹے حیوانات اور کیڑے ان کی علامات ہیں۔ پیدائش کا استحضار تقریباً ہمیشہ پانی سے ہوتا ہے، چنانچہ خواب دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ یا تو وہ پانی میں داخل ہو رہا ہے، یا اُس سے باہر نکلنے کے لئے ہاتھ مار رہا ہے، یا کسی اور کو ڈوبنے سے بچا رہا ہے، یا خود اس کو کوئی اور شخص اس طرح بچا رہا ہے۔ موت کے لئے سفر پر روانہ ہونے، یا ریل پر بیٹھنے کی علامت ہے حالت موت کا استحضار بہت سے غیر واضح اور مبہم اشاروں سے ہوتا ہے کپڑے اور وردیاں عریانی کی علامات ہیں +

لیکن خوابی علامات میں اکثر شہوانی علامات ہوتی ہیں، چنانچہ تین کا عدد مرد کے تمام آلاتِ تناسل کی علامت ہے ...

ان آلات کا سب سے زیادہ نمایاں اور عورت و مرد، دونوں، کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ حصہ ذکر ہوتا ہے۔ اس کا استحضار اُن اشیاء سے ہوتا ہے، جو شکل، صورت اور خواص میں اس کے مشابہ ہیں، مثلاً تمام لمبی، سیدھی کھڑی ہو سکنے والی، اور اندر گھسنے، یا باہر نکلنے والی، نوکدار

اشیاء، یا وُہ اشیاء، جن میں سے پانی نکلتا ہے، مثلاً پانی کا لوٹا۔اسی طرح زنانہ آلاتِ تناسل کا استحضار اُن تمام اشیاء سے ہوتا ہے، جو ان کی طرح ایک جگہ کو محیط کر سکتی ہیں، یا جو کسی چیز کو اپنے اندر لے سکتی ہیں، مثلاً بوتل، الماری، غار وغیرہ۔ لیکن اسی ضمن میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے، کہ زنانہ و مردانہ علامات میں تبادل ہو سکتا ہے، اور اُن کی تعبیر کسی ایک صورت میں ہو سکتی ہے۔

فرائڈ کو جو غلو اپنے اس عقیدے میں ہے اس کی توضیح اس دلچسپ مثال سے ہو سکتی ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ تمام زراعتی اعمال کی ابتدا اور لازمی شرط، انسان کی غذائی ضروریات میں نہیں، بلکہ شہوانی ہیجانات میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان زمین میں بیلچہ دھنساتا، اور گھساتا ہے اور مادرِ زمین کو بار آور بناتا ہے، تو وُہ ایک خاص خوشی اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔ یہ خوشی اور اطمینان اس جرامکار ؟ اوڈیپس مؤلف کا ہے، جس سے اپنی ماں کے اندر دخول، اور اُس کو بار آور (حاملہ) کرنے کی غیر شعوری، لیکن قوی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

فرائڈ کا جو نظریہ اُوپر بیان ہوا، وُہ مختصراً یہ ہے کہ ہر خواب میں

نہ کوئی ایسی خواہش پوری ہوتی ہے، جو حالت بیداری میں کسی وجہ سے پوری نہیں ہوسکتی۔ یہ خواہشات اکثر شہوانی ہوتی ہیں۔ پھر ان خواہشات کی تشفی علامات کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ خود خواب دیکھنے والے کے لئے عسیر الفہم، اور دوسرے شخص کے لئے یسیر التعبیر ہوجاتا ہے۔ لیکن بعض خواب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں کوئی خواہش، بغیر علامت کا جامہ پہنے پوری ہوجاتی ہے۔



بقول ڈاکٹر میکڈوگل ایک زمانہ تھا، کہ ڈاکٹر یونگ، پروفیسر فرائڈ کا سب سے زیادہ با اثر نائب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن فرائڈ کے بعض دیگر، بلکہ کہنا چاہیے کہ اکثر تابعین کی طرح یہ بھی آخر میں منحرف ہوگیا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کھڑی کرلی۔ یہ اس وجہ سے کہ مزید مطالعہ کے بعد وہ فرائڈ کے عقائد سے اتفاق نہ کرسکا؛ اگرچہ اصولاً اس کی اور فرائڈ کی نفسیات میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔ یونگ کا نظریۂ خواب بیان کرنے سے قبل بھی ہم اس کے نفسیاتی عقائد کی مختصر توضیح کریں[1] گے۔

---

[1] یہ تمام بیان پروفیسر میکڈوگل کی کتاب AN OUTLINE OF ABNORMAL PSYCHOLOGY کے باب نہم سے ماخوذ ہے

یُونگ اور فرائڈ کی نفسیاتیں اس لحاظ سے تو ایک دُوسرے کے مشابہ ہیں کہ دونوں اساساً تحریضی ہیں۔ لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ مقدم الذکر کی نفسیات کا حلیہ "اصُولِ مسرت" کی وجہ سے بگڑا نہیں ہے۔ فرائڈ کی اور میری طرح یُونگ بھی مقصدی جدوجہد کو نفسیات کا سب سے زیادہ اساسی مقولہ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ وُہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ تمام جدوجہد ہماری جبلّی فطرت کا نتیجہ ہوتی ہے، اور یہ کہ جبلتیں جدوجہد کے وظیفہ، یا اُس کی قوت کے تفرقات، یا آلاتِ تفرقات ہیں۔ جو تحریضی توانائی کہ ہر قسم کی جدوجہد میں ظاہر ہوتی ہے، اس کو یُونگ لیبیڈو کہتا ہے، یعنی یہ کہ یُونگ کے ہاں لیبیڈو کے معنی ان معنوں کی بہ نسبت وسیع تر ہیں جو فرائڈ اس اصطلاح کے لیتا ہے۔ وُہ اس اصطلاح کو فرائڈ کی طرح صرف شہوانی جبلت کی توانائی تک محدود نہیں کرتا۔

یُونگ کی نفسیات میں تنازع اور ضبط بہت نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں "غیر شعور" اتنے وسیع اور دور رس معنی رکھتا ہے، کہ فرائڈ کی نفسیات میں نہیں رکھتا۔ فرائڈ کے ہاں تو یہ تمام ضبط شدہ رحجانات، یا مُولفات کا گویا ذخیرہ ہے، لیکن یُونگ کے نزدیک اس میں اس کے

علاوہ اور بہت کچھ ہوتا ہے۔ یہ اُن متعدد ذیلی ارتسامات کو بھی شامل ہے، جن کی طرف ذی شعور شخصیت توجہ نہیں کرتی، لیکن جو "غیر شعور" میں جمع اور محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ارتسامات، مع ضبط شدہ مؤلفات، اس چیز کا جزو غالب ہیں جن کو یونگ "شخصی، یا انفرادی، غیر شعور" کہتا ہے لیکن "غیر شعور" میں ان شخصی اور انفرادی اجزائے ترکیبی کے علاوہ وہ چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جو پوری کی پوری قوم میں مشترک ہوتی ہیں، یعنی یہ کہ یہ ہماری حیاتِ ذہنی کی تمام جبلّی بُنیاد کو شامل ہوا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ فرائڈ اپنی بعد کی تصانیف میں ذہن انسانی کی خلقی بنا کو وسیع تر کرنے کی طرف مائل ہے، اور اس توسیع کی خاطر ہے کہ وہ لامارک کے اس اصُول کو تسلیم کر لیتا ہے کہ جو تجربات بہُت سی نسلوں میں دوہرائے جاتے ہیں، وہ تفکر، حسیت اور فعل کے مختلف شئون کی طرف خلقی رجحانات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یُونگ اس سمت میں فرائڈ سے بھی ایک قدم آگے ہے۔ اُس کا دعویٰ ہے کہ ہماری حیات ذہنی کی خلقی بنا، اعلےٰ حیوانات کی جبلتوں کی طرح جبلتوں ہی کو شامل نہیں، اور نہ یہ علامتی استحضار کو

استعمال کرنے کے محض چند رجحانات کو حاوی ہے۔ اس میں ان کے علاوہ بعض ایسے میلانات بھی ہوتے ہیں، جو پختگی کے بعد بہت دُور رس طریقے سے ہمارے تفکر کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ صرف ہماری خوابی زندگی اور عصبی اختلالات کی اکثر خصُوصیات ہی پر اثر انداز نہیں ہوتے، بلکہ ہماری عقلی زندگی کا بڑا حصّہ بھی ان کے اثرات کو قبول کرتا ہے، چنانچہ جن صورتوں میں کہ ہماری سائنس، ہمارا فلسفہ اور ہمارا مذہب، ہماری گرد و پیش کی دُنیا اور اس دُنیا سے ہمارے تعلّقات متصوّر ہوتے ہیں، اس کا خاکہ یہی میلانات تیار کرتے ہیں۔ مخصوص فنون تفکر کی طرف ان قومی میلانات کو یُونگ "انموذج"[1] کہتا ہے۔

لہٰذا کہا جا سکتا ہے، کہ یُونگ کا "غیر شعور"، انفرادی اکتساب اور ضبط کئے ہوئے مُولفات کے علاوہ ذہن کی تمام خلقی ساخت کو شامل ہوتا ہے۔ اس کو وُہ "جمعی غیر شعور" کہتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم یُونگ کا نظریۂ خواب بیان کرتے ہیں، اور اس کے لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس کی مختلف تصانیف

---

[1] ARCHETYPE

میں سے چند ایسے جملے جمع کر دیئے جائیں جن سے اس کا نظریہ واضح ہو جائے۔

"خواب میں صرف یہی نہیں ہوتا، کہ ضبط شدہ خواہشات کا عجیب و غریب طریقہ سے اظہار ہو جائے۔ فرآئڈ کے نزدیک تو خواب جوہراً اُن ضبط شدہ خواہشات کے لئے ایک علامتی برقعہ ہے جو شخصیت کے نصب العینوں سے برسر مناقشہ رہتی ہیں۔ لیکن میں خوابوں پر ایک مختلف زاویہ نگاہ سے نگاہ کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے نزدیک یہ اولاً کسی فرد کی اُس نفسیاتی حالت کی تحت دہلیزی تصویر ہوتا ہے، جو حالتِ بیداری میں اس فرد کی ہوتی ہے۔"

وسیع تر نقطۂ نظر سے لیبیڈو کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ عام حیاتی توانائی ہے، یعنی یہ کہ یہ لفظ برگسان کے جوشِ حیات ELAN VITAL کے ہم معنی ہے۔ ... جب کبھی عمل توافق کے دوران میں لیبیڈو کے راستہ میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو یہ لیبیڈو جمع ہوتا رہتا ہے اور اس طرح اس رُکاوٹ کو رفع کرنے کے لئے اور زیادہ کوشش ممکن ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ رُکاوٹ غیر قابلِ رفع

معلوم ہوتی ہے، اور وُہ فرد اس کو رفع کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا، تو یہ جمع شدہ لیبیڈو رجعت پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اب بجائے اس کے کہ یہ زائد اور موید کوشش میں مستعمل ہو، یہ اپنا موجودہ کام ترک کر کے ایک قدیم تر اور ابتدائی تر طریق توافق کی طرف عود کرتا ہے.....»

خوابوں میں ہم "غیر شعور" کا ایک تلافی کرنے والا وظیفہ معلوم کر سکتے ہیں، جو اس بات پر مشتمل ہوتا ہے کہ انسانی شخصیت کے وُہ خیالات، رجحانات، اور اشواق، جو حیات شعوری میں شاذ ہی شناخت کئے جاتے ہیں، سونے کی حالت میں از خود کارکُن ہو جاتے ہیں اور اُس وقت شعوری عمل بہُت بڑی حد تک منقطع ہو جاتا ہے۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ خواب ہم سب کے لئے اہم اور مفید ہوتے ہیں، بشرطیکہ ہم اُن کو استعمال کرنا سیکھ چکے ہوں" یہ ظاہر ہے کہ (یہ تلافی کرنے والا) وظیفہ ایک نفسیاتی انضباط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ تلافی ایک مناسب طور پر متوازن فعل کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ تفکر کے شعوری عمل میں یہ لازمی ہے کہ ہم تا بہ حد امکان ایک مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور نتائج و عواقب کو متحقق کر لیں تا کہ صحیح حل معلوم ہو سکے۔

سونے کی کم وبیش غیر شعوری حالت میں یہ عمل از خود جاری رہتا ہے۔ اس حالت میں....... وہ تمام نقطہائے نظر خواب دیکھنے والے کو (کم از کم التباس کی صورت میں) نظر آجاتے ہیں حالتِ بیداری میں جن کا صحیح اندازہ نہ کیا گیا تھا، یا جن کو کلیتہً نظر انداز کر دیا گیا تھا، یعنی یہ کہ جو نسبتہً غیر شعوری تھے۔"

"جس طرح کہ جسم اپنے قبائلی ارتقا، کے اثرات و نشانیاں رکھتا ہے، اسی طرح ذہن انسانی میں بھی یہ اثرات و نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ لہذا اگر ہمارے خوابی استعارات و تماثیل اسکا نا قدیم طریق تفکر کے باقیات صالحات ہیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔"

"ہر فرد میں اُس کی ذاتی یاد داشتوں کے علاوہ" ابتدائی تمثالات" یعنی تخیل انسانی کے موروثی امکانات و احتمالات بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ساخت دماغ میں مضمر ہوا کرتے ہیں۔ نوریش کے اسی واقعہ سے اس ناقابل قبول منظہر کی توجیہ ہوتی ہے کہ تمام دُنیا کے افسانوں کا موضوع دمواد ایک ہی ہوتا ہے..... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں انتقال، یا توارث استحضارات (یعنی خلقی تصورات) کا قائل ہوں۔ میرا مطلب

صرف یہ ہے کہ اس قسم کے استحضارات ممکن ہوتے ہیں..... اس میں غیر شعور کی وُہ تہیں منکشف ہوتی ہیں جہاں عالمگیر ابتدائی انسانی تمثالات خوابیدہ ہیں..... یہ تمثالات سب سے زیادہ قدیم، عالمگیر اور گہرے خیالات ہیں، لہذا انہیں "اصلی فکری حسیّات"[1] کہا جاسکتا ہے اس طرح ہم اس شے کو پالیتے ہیں، جس کو لیبیڈو انتقال کی شخصی شیرخوارانہ صوُرت سے آزاد ہونے کے بعد منتخب کرتا ہے..... ہماری مراد یہ ہے کہ یہ غیر شعور کی گہرائیوں میں اُترتا ہے، اور اُن چیزوں میں جان ڈالتا ہے جو مدتہائے مدید سے خوابیدہ تھیں۔ یہ اُن مدفون خزائن کو منکشف کرتا ہے جن سے نسل انسانی گاہے گاہے اپنا تمام مال و متاع حاصل کرتی ہے۔ ان ہی سے وُہ اپنے خداؤں اور دیوتاؤں، اور اُن لطیف ترین و زبردست ترین خیالات کو کھڑا کرتا ہے، جن کے بغیر انسان انسان نہیں رہتا"

"جمعی غیر شعور ہر زمانہ کی کائنات کے تجربہ کا تلچھٹ ہے۔ یہ اُس کائنات کی تشبیہ بھی ہے، جو قرنہا قرن سے معرض تشکیل میں ہے۔

---

[1] THOUGHT FEELING

اسی اثنا میں تمثال کی بعض خصوصیات نمایاں ہوگئیں، اور غوالب[1] کہلائیں...... لہٰذا جسمی شعور کے غوالب بہت اہم اور بامعنی اثرات پیدا کرنے والی چیزیں ہیں، جن کی طرف بہت توجہ کی جانی چاہیئے۔

"شعور جدید تمثالات اشیاء کو شامل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف شخصی غیر شعور اُس فرد کے زمانۂ گزشتہ کی تمثالات اشیاء کا جامع ہے۔ بحیثیت اس کے کہ یا تو یہ بھلائی جا چکی ہیں، یا دبالی گئی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اطلاقی یا جمعی غیر شعور بالعموم موروثی عالمی تمثالات[2] کو حاوی ہوا کرتا ہے، اور یہ تمثالات ابتدائی تمثالات، یا وہمی یا خیالی موضوعات کی صورت میں ہوتی ہیں۔"

خوابوں کی تعبیر کے متعلق یُونگ کا دعویٰ ہے کہ اس کا طریقہ (جس کو وُہ ترکیبی[3] تعمیری کہتا ہے) فرائڈی طریقے سے بہت آگے ہے۔ فرائڈی طریقے کو وُہ رعِلّی[4] تحویلی کہتا ہے۔ اس قسم تعبیر میں خواب اُن یادداشتوں میں، جن سے یہ مرکب ہوتے ہیں، اور ان جبلّی اعمال میں، جو

---

[1] DOMINENTS [2] WORLD IMAGES

[3] SYNTHETIC CONSTRICTIVE

[4] CAUSAL REDUCTION

اُن کے پسِ پردہ ہوتے ہیں تحویل کئے جاتے ہیں.... یہ عمل اپنے انتہائی افادے کو اُس وقت پہنچتا ہے جب خوابی علامات شخصی یادداشتوں یا آرزوؤں میں تحویل نہیں کی جاسکتیں؛ یعنی جب اطلاقی غیر شعور کی تمثالات پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ان جمعی تصورات کو اس چیز میں تحویل کرنا، جو شخصی ہے، صرف نامناسب ہی نہیں بلکہ مضر و مہلک بھی ہے +

"جن تعبیروں میں کہ خوابی علامات حقیقی اشیاء کے استحضارات سمجھی جاتی ہیں، اُن کو میں معروضی سطح کی تعبیر کہتا ہوں۔ اس کے مقابلہ میں وہ تعبیر ہے، جو خواب کے ہر ٹکڑے کو (مثلاً وہ اشخاص جو کچھ کام کرتے ہیں) خود خواب دیکھنے والے کے ساتھ متعلق کر دیتی ہے؛ یہ موضوعی سطح کی تعبیر ہے۔ معروضی تعبیر تحلیلی ہوتی ہے، کیونکہ یہ مانی الاحلام کو یادداشتوں کے مرکبات میں تحلیل کرتی ہے، اور ان میں اور حقیقی حالات میں تعلقات معلوم کرتی ہے۔ موضوعی تعبیر ترکیبی ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ یادداشت کے اُن اساسی مرکبات کو، جو اس مانی الاحلام کے پسِ پردہ ہوتے ہیں، اُن کی اصلی علتوں سے منتزع کرتی ہے، اُن کو موضوع کے رجحانات

سمجھتی ہے، اور اُن کو موضوع کے ساتھ ملا دیتی ہے۔"

ایک مثال سے یُونگ کے نظریہ اور اس کے طریق تعبیر کی توضیح ہو گی :-

پروفیسر میگڈوگل خواب دیکھتا ہے کہ وُہ ایک فوجی کیمپ کے ختم ہو جانے کے بعد ایک دوکان پر کھڑا ہے۔ وُہ ایک کرمچ کے مربع خیمے کی طرف جاتا ہے، جس کا فرش سطح زمین سے کوئی تین فٹ بلند ہے۔ اس خیمہ کے دونوں طرف کرمچ کے پردے پڑے ہیں، جن میں سے ایک اُٹھا ہوا ہے۔ وُہ اس خیمہ کے بلند فرش پر اپنا کتا دیکھتا ہے، جو باہر نکلنا چاہ رہا ہے۔ اُس کو تعجب ہو رہا ہے کہ وُہ اب تک باہر کیوں نہیں آ گیا۔ وُہ یہ پردہ گرا دیتا ہے، لیکن وُہ کتا اُس کو بار بار اُٹھا دیتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیمہ کے درمیان میں کرمچ کا ایک پردہ پڑا ہے جس سے اس کے دو حصّے ہو گئے ہیں۔ وُہ گھوم کر دُوسری طرف جاتا ہے اور پردہ اُٹھا کر کتّے کو بُلاتا ہے، لیکن کتے کے بجائے ایک چھوٹا سا لڑکا باہر نکلتا ہے، جس کی عمر تقریباً دو سال کی ہے۔ اس کی شکل اس کے بچّوں کی اُس وقت کی شکل سے بہت ملتی ہے، جب وہ بھی اسی عمر کے

تھے۔ وُہ بچّہ اپنی حرکات سے ظاہر کرتا ہے کہ وُہ اس کی گود میں آنا چاہتا ہے۔ میکڈوگل اس کی التجا نامنظور نہیں کر سکتا، لہٰذا اس کو گود میں اُٹھا لیتا ہے اور پیار کرتا ہے۔ اسی اثنا میں اس کی بیوی ایک بڈھے جنرل کے ساتھ آتی دکھائی دیتی ہے۔

یُونگ اس کی تعبیر کچھ اس طرح کرتا ہے، یہ خواب میکڈوگل کو اُس وقت دکھائی دیا، جب وُہ اپنا موجودہ مسکن ترک کر کے امریکہ میں سکونت اختیار کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ خواب میں اسی حالت کا عکس نظر آتا ہے خیمہ اُس کے اور اُس کے خاندان کی خانہ بدوشانہ زندگی کی علامت ہے۔ کتّا اس کی جبلّی فطرت کو ظاہر کرتا ہے جو اتنی زیادہ آزادی کے لئے جدوجہد کر رہی ہے کہ انگلستان کے حالاتِ زندگی میں میسّر نہیں آتی۔ وُہ اپنی اس جبلّی فطرت پر پردہ ڈالے رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ اس طرح بند ہونا پسند نہیں کرتی۔ لڑکا میرا کبیر ہے۔ یہ جمعی غیر شعور کی ایک اور ٹھیٹھ خوابی تمثال ہے۔ یہ اُس کے ان غیر نمو یافتہ وجدانی وظائف کو مستحضر کرتا ہے، جو جبلّت اور عقل کے بَین بَین ہے۔ وُہ

ك KABYR

ڈھیلا ڈھالا پردہ، جو خیمہ کو دو حصّوں میں تقسیم کرتا ہے، اِس واقعہ کی علامت ہے کہ وجدان اور جبلّت میں بہت قریبی تعلق ہے۔ تحلیل کے زیرِ اثر یہ وجدانی وظیفہ بھی کھُلے مَیدان میں آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بُڈھا جنرل اس کی فطرت کے مہربان پدرانہ حصّہ کا قائم مقام ہے۔

ڈاکٹر ڈبلو، ایچ، آر، ریورز[1] ایک مشہُور ماہر نفسیات ہے، جو خوش قسمتی سے ماہرِ طب بھی ہے، بلکہ کہنا چاہئیے، کہ وُہ اولاً ماہرِ طب ہے اور ثانیاً ماہر نفسیات۔ یہ فرائڈ کی مصنّفات کا مطالعہ کرتا ہے، اور اس کے عقائد کو روزمرّہ زندگی میں کردار کی خلاف قیاس صورتوں، اور نفسی عصبی امراض، کی توجیہ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ لیکن جنگ عظیم کے دَوران میں اس کو معلوم ہوتا ہے کہ خوابوں کی مدد سے عصبی اختلال کی تشخیص کی جا سکتی ہے نیز یہ کہ جو احوال ذہنی جنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والے عصبی امراض کے پس پردہ ہوتے ہیں اُن کی اصلی نوعیت و ماہیت بھی اُن ہی کے ذریعہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا فرائڈ کی طرف اپنے عام

---

[1] Dr. W. H. R RIVERS ۔ا۔

رجحان کے زیر اثر وُہ خوابوں کے متعلق اُس کی کتاب کا بہ امعانِ نظر مطالعہ کرتا ہے۔ لیکن جس طرح وُہ اپنے مطالعہ میں آگے بڑھتا جاتا ہے اُسی طرح فرآئڈ کی تعلیمات کی طرف سے بے اعتمادی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ جن طریقوں سے کہ فرآئڈ خوابوں کی تعبیر کرتا ہے، وہ اُس کو زیادہ غیر تشفی بخش نظر آنے لگتے ہیں۔ اس کو معلوم ہوتا ہے، کہ یہ تمام تعبیریں از قسمِ "آوردہ" اور قیاسی ہیں، اور یہ عام طریقہ اس قدر غیر حکمی ہے کہ اس سے کوئی، اور ہر ایک، دعوے ثابت کیا جا سکتا ہے[۱]" لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اس کو اعتراف ہے کہ "نفسیات پر جو اثرات کہ فرآئڈ کی تعلیم کے پڑے ہیں، اُن میں سب سے زیادہ نمایاں اور اہم وُہ اثر ہے، جو خواب اور تعبیرِ خواب کے مسئلہ پر پڑا ہے[۲]" اس کے علاوہ وُہ یہ بھی مانتا ہے، کہ خوابوں کے مسئلہ کے متعلق جو انقلاب ماہرینِ نفسیات کے خیالات میں واقع ہوا ہے اُس کا تنہا اور واحد موجب پروفیسر فرآئڈ ہے اا گرچہ وہ نفسیات خواب کے متعلق فرآئڈی عقائد سے کُلّی اتفاق نہیں رکھتا +

---

[۱] CONFLICT & DREAMS ص۵ [۲] ص۵ آئندہ تمام حوالے بھی اسی کتاب کے ہیں۔

ریورز کا خیال ہے کہ مسئلہ خواب کو حل کرنے کے لئے سب سے پہلی بڑی بات جو فرائڈ نے پیدا کی ہے، یہ ہے کہ اس نے صریحی مافی الاحلام میں تمیز کی ہے۔ متقدمین معبرین خواب صرف اُن واقعات کے ساتھ دلچسپی رکھتے تھے جو فی الواقع تجربہ میں آتے ہیں۔ اگر وہ موت یا پیدائش کا خواب دیکھتے تھے تو وہ صرف یہ منکشف کرنے پر قناعت کرتے تھے کہ خواب دیکھنے سے قبل کسی دن اُنہوں نے مردہ دیکھا تھا، یا اُن کے کسی دوست کے بچّہ پیدا ہوا تھا۔ یہ لوگ خوابوں کی عجیب و غریب صورت اور اُن کی غیر معقولیت کی توجیہ کی تکلیف نہ کرتے تھے، کیونکہ یہ توجیہ اُن کے نزدیک ضروری نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں اور شاعری کی تخیلی نوعیت میں کوئی فرق نہ تھا۔

لیکن جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ آئے ہیں، جس صورت میں کہ خواب ہم کو دکھائی دیتا ہے، یا جس صورت میں کہ ہم اُس کو بیان کرتے ہیں، اُس کو فرائڈ صریحی مافی الاحلام کہتا ہے۔ یہ صریحی مافی الاحلام ایک زیادہ گہرے معنوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ان ہی گہرے معنوں یا خیالات کو اُس نے مخفی مافی الاحلام کہا ہے۔ صریحی اور مخفی مافی الاحلام کا فرق اور یہ عقیدہ

کر صریحی مافی الاحلام گہرے معنوں کا مظہر ہوتا ہے، مسئلہ خواب کے متعلق فرائڈی تعلیمات میں سے اہم ترین ہے، اور اس حد تک ریورز فرائڈ سے بالکل متفق ہے +

لیکن فرائڈ کا خیال ہے کہ یہ گہرے معنی ہمیشہ کسی آرزو کے پورا ہونے کی صورت اختیار کرتے ہیں؛ یعنی یہ کہ صریحی مافی الاحلام خواب دیکھنے والے کی خواہش کو کم و بیش علامتی صورت میں پورا کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ خواب میں خواب دیکھنے والے کی کوئی نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے۔ اس سے ریورز متفق نہیں۔ ریورز کا خیال ہے کہ یہ کہنا کہ صریحی مافی الاحلام میں خواب دیکھنے والے کی کوئی نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے، صریحی اور مخفی مافی الاحلام کے تعلق کا بالکل نامناسب اور غیر صحیح اظہار ہے۔ فرائڈ کے اسی عقیدے پر تنقید کرتے ہوئے، ریورز اپنا نظریہ بیان کرتا ہے۔

ریورز کے نزدیک خواب کسی تنازع[۵۱] کا مظہر ہوتا ہے، اور اس میں اس تنازع کو اُن ذرائع سے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو سونے کی حالت میں قابل حصول ہوتے ہیں۔ ریورز کہتا ہے، کہ اگر ہم ذہنی تجربہ

---

۵۱ CONFLICT

کو مختلف طبقات، یا سطحات میں مرتب کریں، جس طرح کہ ہم نے نظام عصبی کو مرتب کیا ہے، تو کہا جا سکتا ہے کہ خواب میں تنازع کو اُن اعمال کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو سونے کی حالت میں بھی جاری رہتے ہیں[۵۵]۔ اب چونکہ سونے کی حالت میں اعلیٰ، اور بعد میں ترقی یافتہ اعمال ختم ہو جاتے ہیں، یا رُک جاتے ہیں، لہذا یہ کوشش اُس کوشش سے لازماً مختلف ہوتی ہے جو بحالتِ بیداری کی جاتی ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ خواب کی کوشش کی عام نوعیت شیرخوارانہ ہوتی ہے، یا کم از کم اس میں وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو خواب دیکھنے کے وقت سے قبل کسی وقت پائی جاتی تھیں[۵۶]۔

ریورز کے نزدیک فرائڈ کے نظریۂ خواب کی تیسری خصوصیت یہ ہے، کہ صریحی مافی الاحلام عمل تحریف و تمسیخ کے بعد خواہش کا اظہار کرتا ہے، اور اس طرح خواب کے اصلی معنی خواب دیکھنے والے کی آنکھوں سے نہاں رہتے ہیں۔ فرائڈ کا خیال ہے کہ خواب کا واحد وظیفہ، یا منجملہ دیگر وظائف کے ایک وظیفہ، یہ ہے کہ سونے والے کو اُن خیالات سے

---

۵۵ ص ۱۶ ۵۶ ص ۱۳۰

محفوظ رکھے، جو اُس کے شعور میں داخل ہو کر اُس کی نیند خراب کرتے ہیں۔ خواب کو وُہ نیند کا محافظ کہتا ہے۔ فرائڈ کا عقیدہ کہ خواب میں یہ خیالات اس طرح مسخ ہو جاتے ہیں اور اُن کی صورت اِس طرح بدل جاتی ہے کہ سونے والے کا شعور ان کو پہچان نہیں سکتا۔ یہاں بھی ریورز فرائڈ سے متفق نہیں۔ ان دونوں میں اختلاف صرف اِس قدر ہے کہ فرائڈ تو صریحی مانی الاحلام کو مخفی مانی الاحلام کی تمسیخ و تحریف کا نتیجہ کہتا ہے اور ریورز لفظ تمسیخ یا تحریف پر معترض ہے۔ اس کی بجائے وُہ "استحالہ"[1] کا لفظ استعمال کرتا ہے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ صریحی مانی الاحلام کسی خواہش اور مخفی مانی الاحلام کے استحالے سے پیدا ہوتا ہے +

فرائڈ نے اس تمسیخ و تحریف کی چار مختلف صورتیں بیان کی ہیں:۔ (۱) اختصار (۲) انخراج[2] (۳) شکل پذیر استحضار (۴) ثانوی تدقیق[3]۔ اِس باب میں بھی ان دونوں میں جزئی اختلاف ہے۔ ریورز کے ہاں استحالہ زیادہ تر تین اعمال استعمال کرتا ہے۔ (۱) علامات سازی (۲) تمثیل اور (۳) اختصار۔ ان میں سے پہلے دو اعمال فرائڈ کے شکل پذیر استحضار کی ذو

لے TRANSFORMATION   ےٹ DISFLACEMENT

ےٹ ELAECRATION

مختلف صُورتیں ہیں۔ فرائڈ علامات سازی کا تو قائل ہے، بلکہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، اس کو وُہ اپنے نظریہ کی خصُوصیت امتیازی کہتا ہے۔ تمثیل کا البتہ اس نے کہیں ذکر نہیں کیا+

فرائڈ کا یہ ضابطہ کہ خواب، خواب، دیکھنے والے کی کسی خواہش کو پُورا کرتا ہے، ایک اور طرح بھی ناقص ہے۔ اس سے خوابی تجربات کی خوشگواری یا ناگواری کی توجیہ نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے ریورز کا ضابطہ نہ صرف یہ کہ فرائڈ کے ضابطہ کے مقابلہ میں وسیع تر ہے، بلکہ اس سے اس خوشگواری یا ناگواری، کی توجیہ بھی ممکن ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ریورز کا خیال ہے کہ خوابوں کی تاثری حیثیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ جو تنازع خوب میں ظاہر ہورہا ہے اُس کا حل کہاں تک تشفی بخش ہے۔ وُہ لکھتا ہے:-

"میرا قیاس ہے کہ جب خواب تنازع کا تشفی بخش حل مہیا کرتا ہے، تو.... تاثر مفقود ہوتا ہے، یا بہت ضعیف، اور خفیف صورت میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن خواب جب اس حل کو مہیا کرنے میں ناکام رہتا ہے، یا جب یہ حل خواب دیکھنے والے کی عمیق ترین خواہشات کے منافی ہوتا ہے، تو یہ تاثر موجود ہوتا ہے، اور ہمیشہ ناخوشگوار صورت کا ہوتا ہے"

جب یہ حل خواب دیکھنے والے کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے، تو یہ تاثر خوشگوار صورت اختیار کر لیتا ہے، لیکن اکثر خوابوں میں تاثری پہلو ضعیف یا غالب ہوا کرتا ہے، کیونکہ تاثر صرف وہاں موجود ہوتا ہے جہاں استحالہ نہیں ہوتا، اور خوابوں میں تنازع کا استحالہ ہو چکا ہوتا ہے اور تنازع کا حل علامات کے ذریعہ ہوتا ہے۔

سب سے آخری بات یہ ہے، کہ فرائڈ اور اس کے نفسی تحلیلی سکول نے تعلیل خواب میں زمانہ شیر خواری کے تجربات کی اہمیت میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ اس کے برخلاف ڈاکٹر ریورز نے یہ عقیدہ پیش کیا ہے کہ اگرچہ خواب میں خواب دیکھنے والا بالضرورت اپنے اوائل عمر کی ذہنی فعلیت کی طرف عود کرتا ہے، یعنی وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس کو اس کی گذشتہ زندگی سے تعلق ہے۔ تاہم جو تجربہ کہ خواب میں شامل ہوتا ہے اور جو خواب کا معمول ہوتا ہے، وہ خواب دیکھنے والے کے جدید تجربات سے ماخوذ ہوا کرتا ہے[۱]۔

مختصر یہ کہ ریورز کا عقیدہ ہے، کہ خواب ان تنازعات کو حل کرنے کی

---

[۱] صفحہ ۹۰ و ما بعد

حالت میں حل کرنے کی کوشش ہے، جو حالتِ بیداری میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو خواہشات اور آرزوئیں کہ بقول فرائڈ خواب میں پوری ہوتی ہیں، وہ بھی تو کسی نہ کسی حد تک تنازع پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ اگر ہماری آرزو کی غایت کے حصول میں رکاوٹ پیدا نہ ہو تو پھر آرزو پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس طرح فرائڈ اور ریورز کے ضوابط ہم معنی ہو جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ریورز اس بات پر معترض نہیں، کہ خواب کا مقصد خواہش، یا تمنا کی صورت میں بیان کیا جائے۔ اس کا اعتراض اس عقیدہ پر ہے، کہ خواب بالضرورت خواہش یا تمنا کو پورا کرتا ہے۔ چنانچہ ریورز نے اکثر خواب اس قسم کے بیان کئے، اور ہم خود اپنے تجربوں سے ریورز کی تائید کر سکتے ہیں کہ جن میں خواہش، یا تمنا پوری ہونے کے بجائے ناکام رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریورز کا ضابطہ فرائڈ کے ضابطہ کی بہ نسبت وسیع تر ہے، اور جیسا کہ ہم پیچھے کہہ آئے ہیں، اس سے تاثر کی توجیہ بھی ہو جاتی ہے +

اوپر ہم نے ریورز کا نظریۂ خواب کافی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے

اگرچہ ہمیں افسوس ہے، کہ قلتِ گنجائش کی وجہ سے ہم اور زیادہ تفصیل کو کام میں نہ لا سکے۔ یہ نظریہ ریورز کے اجتہادِ فکر اور عمق نظر پر دال ہے لیکن کیا وُہ فرائڈ سے مستغنی ہے ؟

ڈاکٹر میکڈوگل ڈاکٹر یونگ کا شاگرد ہے لہذا بالواسطہ پروفیسر فرائڈ کا شاگرد ہے خود میکڈوگل کو اعتراف ہے کہ اس کے نفسیاتی عقائد فرائڈ کے نفسیاتی عقائد سے بہت مشابہت رکھتے ہیں، اگرچہ کہیں کہیں اختلاف بھی ہے۔ اسی طرح میکڈوگل شاگردی کے باوجود ڈاکٹر یونگ سے بھی مختلف ہے۔ لازمی نتیجہ ان تمام اختلافات کا یہ ہوا کہ اس نے ماہیت خواب کے متعلق ایک الگ نظریہ قائم کیا۔ خود میکڈوگل ایک بڑا ژرف بین مفکر ہے، اور نہایت مشاق و تجربہ کار مشاہد و محلل۔ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ وُہ نفسیات کے ایک مذہب کا بانی ہے۔ لہذا نامناسب نہ ہوگا اگر اس کا نظریہ بھی مختصراً بیان کر دیا جائے۔ لیکن یہ خیال رہنا چاہیے کہ خود میکڈوگل اس کو "ناتمام" کہتا ہے +

میکڈوگل لکھتا ہے "میرے جن خوابوں کی تعبیر ممکن ہوئی اُن میں

پایا گیا کہ کوئی نہ کوئی کم و بیش ضبط شدہ تاثری حالت اُن خوابوں کی قوت محرکہ تھی۔ ان میں سے اکثر کو میرے شغل اور میرے مستقبل سے تعلق تھا۔ اب ایک بڑا سوال یہ ہے کہ خواب اکثر استعاروں اور تصاویر و تماثیل کی صورت کیوں اختیار کرتا ہے؟ مَیں فرائڈ کے اس جواب کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ ایک ضبط شدہ رجحان شعور میں اپنے آپ کو ظاہر کرکے...... مسرت یا تشفی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا "محتسب" کی نگاہ سے بچنے کے لئے اپنا حلیہ بگاڑ لیتا ہے۔ یہ سب گمراہ کُن لغویات ہیں۔ مَیں ڈاکٹر یُونگ کا جواب تسلیم کرتا ہوں کہ خواب میں ہم تفکر کی ابتدائی ترادوانئے صُورت کی طرف رجعت کرتے ہیں، اور یہ تفکر زیادہ تر بصری تمثالات کی صورت میں اور اُن کی مدد سے واقع ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ، اور خصُوصاً بہت زیادہ مجرد اور عمیم الاطلاق الفاظ کی مدد سے +

"یہ باور کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ یہ تصویری تفکر، جو زیادہ تر بصری مخیلہ کی صُورت میں ہوتا ہے، ایک ابتدائی طریق تفکر ہے" اور یہ کہ یہ شخصی ارتقائی اور قبائلی ارتقائی، دونوں حیثیتوں سے، اُس مجرد تفکر پر

PHYLOGENETIC ONTOGENETIC لے

پر مقدم ہے، جو زبان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ بچّوں کا تفکّر نمایاں طور پر اسی طرح کا ہوتا ہے۔ پھر گالٹن نے ثابت کیا ہے کہ علماء بڑھے ہو کر مجرد لفظی تفکر کے بجائے یہی قدیم اور ابتدائی تصویری تفکر اختیار کر لیتے ہیں۔ زمانۂ حال کے اکثر وحشی اقوام اب بھی یہی طریق تفکر رکھتے ہیں۔ ان کے صاف، واضح اور غیر مبہم اشاروں سے معلوم ہوتا ہے، کہ جب کبھی وہ کسی واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو کوئی تفصیل چھوٹنے نہیں پاتی +

"ہم فرض کر سکتے ہیں کہ نیند میں دماغ کے وہ حصّے، جن کو زیادہ نمو یافتہ، اور بعد میں اکتساب کئے ہوئے، لفظی اور مجرد طریق تفکر سے تعلق ہے، بحالتِ سکون ہوتے ہیں۔ یہ گویا دن کی مصروفیت کے بعد آرام کرتے ہیں، اور تمام میدان ادنےٰ، ابتدائی، اور کم تکان پیدا کرنے والے طریق تفکر کے لئے چھوڑ دیتے ہیں +

"اس کے ساتھ ہی ذہن کے وہ اعلےٰ ترین وظائف بھی نسبتاً سکون کی حالت میں ہوتے ہیں، جو شعور ذات کے تفکر اور تصرف پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا شراب کے نشہ کی طرح، جب دماغ کے نازک ترین

وظائف مختل ہو جاتے ہیں، تب بھی ایک شخص کے تاثری رجحانات آزادی کے ساتھ اور پورے طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں، کیونکہ اب یہ اُن اعلیٰ ترین وظائف امتناعی اور تنقیدی تصرف سے نجات پا لیتے ہیں۔

"اس کے علاوہ اگر ہم کسی پیچیدہ صورت حالات، یا سلسلۂ واقعات، کو الفاظ استعمال کئے بغیر، یا اپنے ذخیرۂ الفاظ کے مجرد تر، اور بعد میں ترقی یافتہ، حصوں کے استعمال بغیر اپنے ذہن میں لانا چاہیں، تو ہم کو لامحالہ استعارتی اور علامتی مخیلہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے[1]"

مثلاً خواب کے متعلق بڑے بڑے نظریات اُوپر بیان ہو چکے۔ قارئین نے باسانی معلوم کر لیا ہوگا کہ یہ سب کے سب فرائڈی نظریہ ہی کی مرتمہ صورتیں ہیں۔ ریورز کا نظریہ تو خصوصاً فرائڈی نظریہ کی فرع ہے۔ اسی طرح مسٹر ٹینسلے[2] فرائڈی عقائد پر غور کرتا ہے اور اصولاً اُن

---

[1] دیکھو AN OUTLINE OF ABNORMAL PSYCHOLOGY

[2] A. G. TANSELY صفحہ ۱۵۲-۱۵۵

سے متفق ہے۔ لیکن ریورز کی طرح وُہ بھی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ فرائڈ کا ضابطہ بہت محدود ہے۔ لہٰذا وُہ اُس کے بجائے ایک وسیع تر ضابطہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ خواب اس نفسی مواد کی کم و بیش تبدیل شدہ نقل ہے، جس کا کم از کم ایک حصہ خواب دیکھنے والے کے جدید تجربہ سے ماخوذ ہوتا ہے۔ یہ تجربہ بعض اوقات بالکل ناتمام اور عسیر التعلیل ہوا کرتا ہے، لیکن اکثر یہ تجربہ کسی ایک مؤلّف[له] کا استحضار کیا کرتا ہے کہ جس کے ساتھ ایک نمایاں تأثر[له] بھی ہوتا ہے۔ خوابیدہ ذہن کا اس تاثر کو ظاہر کرنا خواب کا تنہا محرک ہو سکتا ہے لیکن اکثر اوقات اس کے ساتھ ساتھ طلبی عناصر بھی ہوتے ہیں، اور خواب میں یہ طلب بصورت فعل متحقق ہو سکتی ہے۔ جب یہ خواب دیکھنے والے کی حالت بیداری کی "آرزو" پوری طرح شعوری ہو یا کم و بیش ضبط شدہ کے مطابق ہوتا ہے، تو وُہ عام صورت پیدا ہوتی ہے، جس کی عمومیت پر فرائڈ نے زور دیا ہے۔ جہاں یہ آرزو ضبط شدہ ہوتی ہے یعنی جہاں یہ شعور میں داخل نہیں ہو سکتی، تو خواب علامات و رموز سے

له COMPLEX   له EFFECT

بھر جاتا ہے، اور خوابی تمثالات اور محرک خواب میں کوئی علاقہ نظر نہیں آتا، حالانکہ محرکِ خواب غیر مشتبہ ہوتا ہے۔ اس حالت میں یہ تعلق ایک مخصوص خواب کے اجزائے ترکیبی کی نفسی تحلیل سے منکشف کیا جاتا ہے، اور جب یہ عمل مکمل ہو جاتا ہے تو محرکِ خواب از خود روشنی میں آجاتا ہے[1]۔

اس تمام جانچ پرتال کو ختم کرنے سے قبل دو اور چھوٹے چھوٹے نظریات کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ یہ دونوں نظریات مطالعہ باطن کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، یعنی یہ کہ دونوں میں خواب دیکھنے والے سے کہا جاتا ہے، کہ جاگنے کے فوراً بعد اپنا خواب بیان کرے۔ ان میں سے ایک نظریہ مس کالکنس[2] کا ہے۔ اس نے صرف صحیح الدماغ اور صحیح الذہن اشخاص کے خوابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ خواب عموماً صبح کی ہلکی نیند میں دکھائی دیتے ہیں[3] اور یہ کہ خواب دیکھنے اور حیات

---

[1] تفصیل کے لئے MISS CALKINS صفحہ ۱۴۱-۱۴۲
دیکھو باب ۱۲ [2] صفحہ ۹۷ THE NEW PSYCHOLO [3] ثبوت یہ ہے کہ ہمارے خواب شاذ ہی پورے ہوتے ہیں۔ اکثر ہم خواب کے دوران ہی میں جاگ اٹھتے ہیں خوابوں کے متعلق یہ ایک بہت دلچسپ سوال ہے کہ گہری نیند میں خواب دکھائی دیتے ہیں یا نہیں اس میں ماہرین مختلف الرائے ہیں اور کوئی قطعی اور آخری فیصلہ اب تک نہ ہوسکا۔ افسوس ہے کہ ہم اس پر مفصل گفتگو نہیں کر سکتے۔

بیداری کے تجربات میں بہت قریب کا تعلق ہوتا ہے۔ التباسات، واقعات اور وقت کی تسیخ و تحریف، خوابوں میں بہت کثیر الوقوع ہوتی ہے۔ مس کالکنس خوابوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتی ہے (۱) احضاری، یعنی وہ جن کی تحریک حواس خمسہ ظاہری میں سے کسی ایک، یا زائد، کی فعلیت سے ہوتی ہے، اور (۲) استحضاری یعنی وہ جن کی تحریک حواس خمسہ باطنی کی فعلیت سے ہوتی ہے۔ اکثر خواب بصری ہوتے ہیں، اور اس کے بعد علی الترتیب سمعی، لمسی، ذوقی و شمی۔ چونکہ حالت بیداری میں ہمارے آلاتِ بصارت بہت زیادہ کام کرتے ہیں، لہذا بصری خواب سب سے زیادہ کثیر الوقوع ہیں۔ برعکس اس کے ماہرین موسیقی کے خواب زیادہ تر سمعی قسم کے ہوتے ہیں۔

دوسرا نظریہ سانتے ڈِ سانکٹس[۵] کا ہے۔ اس نے بچوں، جوانوں اور بڈھوں کے طبعی خوابوں کے علاوہ مجرموں، حیوانوں، پاگلوں، اور عصبی امراض، مثلاً اختناق الرحم، صرع، ضعف عصبی، کے مریضوں کے خوابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حیوانات اور بہت

۵۔ SANTE DE SANCTIS

چھوٹے بچے بھی خواب دیکھتے ہیں، اور یہ کہ بوڑھوں کے خواب جوانوں کے مقابلہ میں بہت کم واضح ہوتے ہیں۔ بوڑھے اشخاص جس طرح جدید ترین واقعات کو یاد نہیں رکھ سکتے، اسی طرح وہ جاگنے کے فوراً بعد ہی خوابوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اختناق الرحم کی حالت میں خواب بہت شدید ہوتے ہیں۔ ان میں جذبی رنگ آمیزی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ صرع کے خواب اختناق الرحم کے خوابوں کی بہ نسبت کم پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ضعف عصبی کے مریض اکثر خواب دیکھتے ہیں۔ اور ان کے خواب اختناق الرحم کے مریضوں کے خوابوں کے مشابہ ہوتے ہیں، اگرچہ ان کی شدت کم ہوتی ہے، اور جاگنے کے بعد وہ یاد بھی نہیں رہتے۔ پاگل لوگ اکثر اوقات اپنے اوہام و غوایات ہی کو خواب میں دیکھ لیتے ہیں۔

---

۲۸ مئی ۱۹۱۳ء کو پروفیسر ہنری برگساں نے برٹش سوسائٹی فار سائکیکل ریسرچ کے سامنے اپنا خطبہ افتتاحیہ پڑھا۔ اس میں وہ دور اثری پر بحث کرتے ہوئے ذہن و دماغ کے تعلق کی بابت اپنے خیالات کی توضیح کرتا ہے

TELETATHY ے

SOCIETY FOR PSYCHICAL RESEARCH ے

اس ضمن میں وُہ کہتا ہے[1]:-

"دماغ کا کام یہ ہے کہ کسی فعل کی یاد تازہ کرے اور اُس یاد کو حرکات کی صُورت میں خلعت دوام بخشے۔ اگر ہم اُن تمام واقعات و حلوثات کو دیکھ سکتے، جو دماغ کے اندر واقع ہوتے ہیں، تو ہم کو معلوم ہوتا کہ جو کچھُ وہاں واقع ہوتا ہے، وُہ حیاتِ ذہنی کے ایک چھوٹے سے حصّہ کے مقابل ہوتا ہے۔ دماغ حیاتِ ذہنی میں سے صرف اُس چیز کو پکڑ لیتا ہے، جو بشکل حرکت مستحضر کی جا سکتی ہے"

یعنی یہ کہ دماغ وُہ چیز ہے جس کی مدد سے ذہن اپنے آپ کو عوارض حالات کے عین مطابق بنا سکتا ہے۔ یہ گویا وُہ آلہ ہے جس سے زندگی کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اگر یہ مختل ہو جاتا ہے، تو خواہ یہ اختلال کسی قدر حقیر کیوں نہ ہو، ذہن اور عوارض حالات کی مطابقت باقی نہیں رہتی اب ذہن آوارہ پھرنے لگتا ہے، یا خواب دیکھنے لگتا ہے۔ فساداتِ ذہنی کی اکثر صُورتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ منجملہ اور کاموں کے دماغ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ ذہن کی نگاہ کو

---

[1] یہ تمام عبارت پروفیسر برگساں کے انگریزی مترجم کے مقدمہ سے منقول ہے۔

محدود کرے، اور اس طرح اس کو زیادہ کامیاب اور با اثر بنائے۔ اس کی بہترین مثال ہم کو حافظہ میں ملتی ہے، جہاں دماغ کا کام یہ ہے کہ ہمارے تجربوں کے بیکار حصّوں کو دبا کے مفید حصّوں کو بروئے کار لائے۔ لیکن باوجود اس کے بعض بیکار، یا خوابی یادداشتیں پھر بھی رُونما ہو ہی جاتی ہیں، اور ممیز اور واضح یادداشتوں کے گرد غیر واضح اور غیر ممیز حاشیہ بن جاتی ہیں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ ہمارے آلاتِ حس کے مفید ادراکات اُس انتخاب کا نتیجہ ہیں، جو ہمارے آلاتِ حس ہمارے افعال کے فائدہ کے لئے کرتے ہیں، لیکن پھر بھی ان ادراکات کے گرد ایسے مبہم ادراکات کا حاشیہ ہے جو غیر معمولی اور غیر طبعی دونوں صورتوں میں واضح ہو جا سکتے ہیں، تو ہم کو تعجب نہ ہونا چاہئیے۔ بعینہ یہی وہ صورتیں ہیں جن کی نفسی تحقیق ہونی چاہئیے۔

افعال ذہنی کا یہی تخیل پروفیسر برگساں کے نظریۂ خواب کی بنا ہے جو اوراق آئندہ میں نذرِ ناظرین ہے۔ یہ دراصل ایک لکچر ہے جو پروفیسر برگساں نے انسٹیٹیوٹ سائیکالوجیک[1] کے سامنے ۲۶ مارچ ۱۹۰۱ء کو دیا تھا۔ اس لکچر میں برگساں نے خوابوں کے متعلق

---

[1] INSTITUTE PSYCHOLOGIQUE

ہماری معلومات میں بہت سے اضافے کئے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلی بات جو اُس نے واضح کی، یہ ہے، کہ خواب ہمارے معمولی اور روزمرہ ادراکات سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتے، حالانکہ عام طور پر ان کو بہت، یا بالکل مختلف سمجھا جاتا ہے۔ دونوں میں احساسی ارتسام وُہ خام مواد ہوتا ہے کہ جو حافظی تمثالات کی مدد سے ایک خاص سانچے میں ڈھالا جاتا ہے، اور جس کی تجدید کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے یہ خیال بھی واضح کیا ہے کہ نیند حالتِ بے ہگی و بے غرضی کا دُوسرا نام ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے، برگساں پہلا فلسفی ہے، جس نے نیند کی اس خصُوصیت کی طرف توجہ دلائی ہے، اور اب تو تقریباً ہر ماہر نفسیات اسی تعریف کو اختیار کرتا ہے۔ پھر اسی لکچر میں برگساں سب سے پہلی مرتبہ اس خیال کو زیر بحث لاتا ہے کہ ذات میں اشتداد[1] کے مختلف مدارج ہو سکتے ہیں۔ اس نظریہ کی طرف اُس نے اپنی تصنیف "مادہ اور حافظہ[2]" میں اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے، کہ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے، کہ اُس نے اُس کفر کو توڑا ہے، جس کی بنا ایک ہی

MATTER & MEMORY. [1] TENSION [2]

سال قبل پروفیسر فرائڈ کے ہاتھوں پڑی تھی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فرائڈ کے نزدیک ہم میں سے ہر ایک کا غیر شعور محض ناپاک اور مکروہ خیالات و ہیجانات کا ذخیرہ ہے، جو اپنی ناپاکی اور مکروہیت کی وجہ سے حالت بیداری کے شعور میں داخل نہیں ہو سکتا، کیونکہ "محتسب" اس کے اس دخول میں مانع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس برگساں کا عقیدہ ہے کہ غیر شعور اس قدر ناپاک نہیں ہوتا۔ اس میں اچھے خیالات و ہیجانات بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی، خوشگوار بھی ہوتے ہیں اور ناخوشگوار بھی یہ کہنا صحیح تر ہو گا کہ ہماری تمام کی تمام گزشتہ زندگی کہیں نہ کہیں محفوظ رہتی ہے، اور یہی گزشتہ زندگی خواب کی تشکیل میں حصّہ لیتی ہے +

عوام کے لئے برگساں کا نظریہ اس لحاظ سے دلچسپ ہو سکتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ اپنے بعض عام اور مانوس خوابوں کی توجیہ کر سکتے ہیں۔ ذرا سی مشق سے وہ خود اپنے خوابوں کی تعبیر کرنا سیکھ جا سکتے ہیں اور اس طرح اپنے اس سرّی اور غیر منفک رفیق کی پریشانی خیال کو سمجھ سکتے ہیں، جس کو ہم خوابی ذات کہہ سکتے ہیں +

خوابوں کے متعلق جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے، وہ کچھ تو اوراق ماسبق میں بیان ہو چکا، اور کچھ آئندہ اوراق میں آنے والا ہے۔ قارئین نے

دیکھا ہوگا کہ ہم نے ہر جگہ تنقید سے اجتناب کیا ہے۔ یہ دو وجہ سے:
ایک تو یہ کہ تنقید سے یہ مقدمہ بہت زیادہ طویل ہو جاتا، اور یہ چھوٹا سا
رسالہ اس قدر طویل مقدمہ کا یقیناً متحمل نہیں ہو سکتا۔ دوسری اور
بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مقدمہ کا مقصود مغرب کے مسلّم علماء فن کی ترجمانی
ہے، نہ کہ مترجم ہٰذا کے ذاتی خیالات و آراء کی اشاعت۔ جو مختلف
نظریات کہ پیچھے بیان ہوئے، یا جو نظریہ کہ اب بیان ہونے والا ہے
اس کی تائید یا تردید ہم نے مثال قاری پر چھوڑی ہے تاہم اتنا کہے
بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ گذشتہ تمام نظریات فلسفیوں کی مخصوص
موشگافیوں اور نکات آفرینیوں کا نہائیت عمدہ نمونہ ہیں۔ ہر جگہ ایک
معمولی اور سیدھے سادے واقعہ کو توڑ مروڑ کر اپنے نظریہ کے مطابق
بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی قسم کی باتیں تو ہیں کہ جن کو دیکھکر
ایک عامی علماء و ماہرین کے نظریوں کی طرف سے بے اعتماد ہو جاتا
ہے، اور ان کے ہر قول کا جواب ایک معنی خیز تبسم سے دیتا ہے۔ اس
لحاظ سے ہمارے نزدیک برگساں کا نظریہ باقی سب پر فائق ہے
برگساں نے سر کے پیچھے سے ہاتھ پھرا کر ناک پکڑنے کی کوشش

نہیں کی ہے۔ وُہ جو واقعہ خواب میں دیکھتا ہے، اُس کو "فلسفہ" کے
رنگ میں رنگے بغیر حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خوابوں کی ایک
حد تک "نا قابل توجیہ نیرنگیوں اور بوالعجبیوں کی توجیہ کے لئے وُہ
"غیر شعور" "محتسب" "ضبط" "رجعت" اور اسی طرح کے اور طلسم استعمال
نہیں کرتا۔ وُہ خوابوں کے اسرار وا کرنے کے لئے اسم اعظم کی تلاش میں
سرگردان نہیں پھرتا، بلکہ ہر ہر کو وُہ اپنی طبعی و ذاتی کوشش سے وا کرتا
ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ برگساں نے خوابوں کے متعلق جو کچھ
کہا ہے اس کا حرف حرف صحیح ہے۔ حقیقت الامر تو یہ ہے کہ جتنے
نظریے کہ اس رسالہ میں مذکور ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں
جو ہر قسم کی خوابوں کی تحلیل و تعبیر کے لئے کافی ہو۔ مثالاً لیڈی گرے
کا ایک خواب ذیل میں بیان کیا جاتا ہے :۔

۱۹۰۵ء میں میرا خاوند علاقہ سیلسبری[ا] کی طرف سے پارلیمنٹ
کا لبرل امیدوار تھا۔ ہمارے بچے کلائڈز[۲] میں اپنے دادا دادی کے پاس

SALISBURY [ا] of VISCOUNTESS GREY [ا]

CLOYDS [۲]

تھے۔ یہ وُہ دن تھے جب موٹر کا بہت زیادہ رواج نہ تھا۔ اس کے علاوہ ہم دونوں بہت مصروف رہا کرتے تھے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا تھا کہ ہم ہفتوں اپنے بچوں کی صُورت نہ دیکھتے تھے۔ ہمارا بچہ بَہَم اس وقت سات سال کا تھا۔ یہ بیمار ہوا۔ اس کی خیریت کا تار میرے پاس روزانہ آیا کرتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ابھی تار نہیں آیا تھا، مَیں نے اپنے خاوند سے کہا، مَیں آج بہت خوش ہوں، کیونکہ مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ بَہَم کا بخار کم ہے اور وُہ سو رہا ہے!

بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات اس کی نرس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اُس نے بیان کیا کہ دروازہ کھُلنے اور میرے اندر داخل ہونے سے اس کی آنکھ کھُلی۔ مَیں بچہ کے بستر کے پاس گئی اور جھُک کر اُسے دیکھنے لگی۔ اُس نرس کے لئے میں بالکل وہی تھی، لیکن فرق یہ تھا کہ میں خاکستری کپڑے پہنی ہوئی تھی۔ اُس کا بیان ہے، کہ مَیں اپنا اطمینان کر لینے کے بعد کمرے سے باہر نکل

گئی۔ میرا باہر نکلنا بھوتوں کا سا نکلنا نہ تھا، بلکہ عام اور معمولی طور پر میں روانہ ہو گئی +

کوئی نظریہ ہے جو اس خواب کی تشفی بخش توجیہ کر سکتا ہے ؟ پھر یہی ایک صنف خواب نہیں، جو اس وقت تک ناقابل توجیہ ہے؛ اس کے علاوہ اور بہت سے خواب ہیں، جو "فلسفہ" کی دسترس سے باہر ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ چھوٹا سا رسالہ نہائیت عمدہ، گو مختصر تفسیر ہے اس قول ربانی کی، کہ

وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۝

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفسیاتِ خواب

جس موضوع پر ہم یہاں گفتگو کرنے والے ہیں، وہ بہت پیچیدہ ہے اس میں ہر قسم کے مشکل اور مغلق سوالات پیدا ہوتے ہیں، جن میں سے بعض نفسیاتی ہیں، بعض عضویاتی، اور بعض آسیاتی، یا مابعد الطبیعیاتی۔ اس پر مفصل و مکمل بحث تو بہت طویل ہو گی، اور ہمارے پاس وقت بھی بہت تھوڑا ہے۔ لہٰذا میں اجازت چاہتا ہوں کہ مزید تمہید کے بغیر، اور غیر ضروری باتوں کے حذف کے بعد، اپنے موضوع کو شروع کر دوں

خواب کچھ ایسا ہوتا ہے میں اشیاء کا ادراک کرتا ہوں، حالانکہ کوئی شے فی الواقع موجود نہیں۔ میں آدمیوں کو دیکھتا ہوں، اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اُن سے باتیں کر رہا ہوں، اور ان کے جوابات سُن رہا ہوں۔ لیکن اصل میں نہ کوئی شخص ہے، اور نہ میں نے کوئی بات کی ہے۔ یہ تمام ایسا ہے گویا حقیقی اشیاء اور حقیقی اشخاص موجود ہیں، اور جاگنے کے بعد سب غائب ہو چکے ہیں۔ سوال یہ ہے، کہ یہ کس طرح ہوتا ہے؟

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ فی الواقع کوئی چیز موجود نہیں؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کیا حالتِ بیداری کی طرح سونے کی حالت میں بھی ہماری آنکھوں، ہمارے کانوں، وغیرہ کے سامنے کوئی مواد نہیں ہوتا۔

تھوڑی دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لو، اور دیکھو کہ تمہارے ساحتِ نظر میں کیا تماشا ہو رہا ہے۔ اکثر اشخاص تو اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں، کہ کچھ بھی نہیں، یعنی یہ کہ وہ کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ ان کے اس جواب سے ہم کو تعجب نہ ہونا چاہیئے اس وجہ سے کہ

تشفی بخش مشاہدۂ ذات کے لئے ایک خاص مشق و تربیت درکار ہوتی ہے۔ لیکن ذرا دماغ پر زور ڈالو اور غور کرو تو تم رفتہ رفتہ بہت سی باتیں معلوم کر سکتے ہو۔ چنانچہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہیں ایک سیاہ زمین دکھائی دیتی ہے جس پر کبھی کبھی چمکدار نقاط آتے جاتے، اور آہستگی اور نرمی سے اترتے چڑھتے ہیں۔ یہ نقاط اکثر مختلف الالوان ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ کبھی تو بہت پھیکا ہوتا ہے، اور بعض اشخاص کے لئے اس قدر شوخ ہوتا ہے کہ حقیقت اُس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ یہ نقاط پھیلتے اور سکڑتے ہیں، اپنی شکل اور اپنا رنگ بدلتے ہیں اور ان کے آپس میں ایک دھکا پیل سی رہتی ہے۔ بعض اوقات یہ تغیّر اور تبدّل سُست اور بتدریج ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اتنا تیز کہ معلوم ہوتا ہے کہ طوفان آیا ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ فانوسِ خیال کہاں سے آتا ہے؟ ماہرین عضویات اور ماہرین نفسیات، دونوں نے رنگوں کی اس آمد و شد کا مطالعہ کیا ہے، اور "بصری طیف"[۱] "رنگین نقاط"، "فاسفینز"[۲] وغیرہ مختلف ناموں سے اس کو موسوم کیا ہے۔

۱؎ COLOURED SPOTS OR OCULAR SPECTRA

۲؎ PHOSPHENES

اس کی توجیہ وُہ یا تو شبکیے میں دَورانِ خون کے مستمر خفیف تغیرات سے کرتے ہیں، یا اُس دباؤ سے جو آنکھ کے پردے کی وجہ سے عدقہ چشم پر پڑتا ہے، اور جس کی وجہ سے عصب بصری میکانکی طور پر متہیج ہوجاتی ہے۔ لیکن اس واقعہ کی توجیہ اور اس کے ناموں سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ ہمارے لئے صرف اتنا معلوم کرلینا کافی ہے، کہ اس کا تجربہ ہر جگہ، اور ہر شخص کو ہوتا ہے، اور ہمیں یہ بھی کیوں نہ کہہ دوں کہ یہی وُہ مُواد ہے جس سے خواب بنتے ہیں۔"

تیس، یا چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ الفرڈ موری[۱]، اور تقریباً اسی زمانے میں سینٹ ڈینس کے ایم ھاروی[۲] نے معلوم کیا تھا کہ عین سونے کے وقت یہ رنگین نقاط اور متحرک صورتیں مجتمع ہوجاتی ہیں، ایک جگہ جم جاتی ہیں، اور اُن اشخاص واشیاء کا رُوپ اختیار کرلیتی ہیں، جو ہم کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ لیکن اس مشاہدہ کو قبول کرنے میں جلدی نہ کرنی چاہیئے، کیونکہ یہ ان ماہرین نفسیات کا مشاہدہ ہے، جو ابتدا ہی سے نیم خوابیدہ ہیں۔ ابھی زمانہ

۱۔ ALFRED MAURY ۲۔ M. D'HARVEY OF ST. DANIS

حال میں ییل یونیورسٹی کے ایک امریکی ماہر نفسیات، پروفیسر لیڈ[1] نے ایک صحیح تر لیکن عسیر الاستعمال طریقہ اختراع کیا ہے۔ یہ طریقہ عسیر الاستعمال اس وجہ سے ہے کہ اس کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ صبح کے وقت جاگنے کے بعد آنکھیں بند رکھی جائیں، اور وہ خواب چند ثانیوں کے لئے روک رکھا جائے، جو ہماری آنکھوں کے سامنے سے آہستہ آہستہ محو ہو رہا ہے، اور جو تھوڑی دیر کے بعد ہمارے حافظہ سے یقیناً بالکلیہ محو ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تمام عمل بہت مشکل ہے، اور صرف سخت کوشش اور متعدد اعادوں کے بعد یہ ممکن ہوتا ہے، اور پھر رفتہ رفتہ اس کی عادت پڑتی ہے۔ اس طرح کرنے سے خواب کے اشخاص و اشیاء نہایت آہستگی سے "فاسفین" میں بدل جاتے ہیں، اور ان رنگین نقاط کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، جو آنکھ بند کر لینے کے بعد ہمارے تجربے میں آتے ہیں۔ مثلاً ہم اخبار پڑھتے ہیں۔ یہ ایک خواب ہے۔ جاگنے کے بعد اخبار کا معین و واضح خاکہ تو غائب ہو جاتا ہے،

---

[1] PROF. LADD

اور ایک سفید دھبا باقی رہ جاتا ہے، جس پر کہیں کہیں سیاہ نشان نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ اسی طرح ہم خواب میں سمندر کی سیر کرتے ہیں۔ ہمارے اردگرد زردی مائل خاکستری موجیں پھیلی ہوئی ہیں، جن پر کہیں کہیں سفید جھاگ دکھائی دیتے ہیں۔ جاگنے کے بعد یہ تمام منظر ایک بڑا دھبہ ثابت ہوتا ہے، جو آدھا زرد اور آدھا خاکستری ہے، اور جس پر چمکدار نقاط بکھرے ہوئے ہیں۔ اس دھبے اور اس کے تمام نقاط کا وجود حقیقی تھا۔ خواب میں ادراک کے سامنے بصری بُرادہ[1] تھا، اور اسی بُرادے سے ہمارا خواب بنا +

لیکن خواب بننے کے لئے کیا صرف اسی قدر کافی ہے؟ صرف بصری احساسات تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے، کہ ان بصری احساسات پر (جن کو ہم یہاں داخلی کہیں گے) ان تمام احساسات کا بھی اضافہ ہونا چاہئیے، جو باہر سے موصول ہو رہے ہیں۔ آنکھیں بند ہو جانے کے بعد بھی اندھیرے، اُجالے، اور ایک حد تک مختلف اُجالوں میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ روشنی کے اس طرح سے باہر سے آنے

---

[1] DUST.

والے احساسات ہمارے اکثر خوابوں کی بنا ہوتے ہیں چنانچہ کمرے میں اچانک موم بتی جلنے سے سونے والا ایسا خواب دیکھتا ہے کہ جس میں آگ عنصر غالب ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ خواب دیکھ سکتا ہے کہ ایک عمارت کو آگ لگی ہے، اور اُس میں سے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ وُہ گہری نیند نہ سو رہا ہو۔ میں اس موضوع پر ایشم، ٹسی کے دو مشاہدات بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

بی، لی آن خواب دیکھتا ہے، کہ اسکندریہ کے تھیٹر میں آگ لگی ہے، اور اس کے شعلوں سے تمام جگہ روشن ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو اچانک باغ عامہ کے ایک حوض پر کھڑا پاتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ آگ کا ایک خط اُن تمام ستونوں کو آپس میں ملا رہا ہے، جو اس حوض کے حاشیے پر بنے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وُہ اپنے آپ کو پیرس کی ایک نمائش میں پاتا ہے، اور اُس میں سے بھی شعلے اُٹھتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وُہ ان تمام خوفناک مناظر میں حصہ لیتا ہے یہاں پہنچ کر وُہ چونک پڑتا ہے، اور اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ جاگنے کے

B. LEON. ۲ M. TISSI. ۱

بعد اُسس کی نگاہ اُن شعاعوں پر پڑتی ہے، جو اُس کی خادمہ
کی لالٹین سے اس کے اندھیرے کمرے میں پڑ رہی ہیں۔ اسی طرح
ایسٹم، بونومینٹ خواب دیکھتا ہے کہ وُہ بحری پیادہ فوج میں ہے،
جہاں وُہ پہلے ملازم تھا۔ وہ فورٹ ڈی فرانس، ٹولون، لوری اے
اور قسطنطنیہ جاتا ہے۔ وُہ بجلی چمکتی دیکھتا ہے اور بادل کی گرج سُنتا
ہے۔ وُہ ایک لڑائی میں شریک ہوتا ہے، اور دیکھتا ہے، کہ توپوں کے
مُنہ سے آگ نکل رہی ہے۔ یہ بھی چونک کر اُٹھ بیٹھتا ہے۔ بی بی آن
کی طرح اس کی آنکھ بھی خادمہ کی لالٹین سے آنے والی شعاعوں پر پڑتی
ہے، اور ان ہی کی وجہ سے اس کی آنکھ کھُلتی ہے۔ مختصر یہ کہ تیز اور اچانک
روشنی کی وجہ سے اکثر اسی قسم کے خواب دکھائی دیتے ہیں۔

چاند کی مسلسل اور ہلکی روشنی سے پیدا ہونے والے خواب ان
خوابوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسے، کرانڈش کا بیان ہے کہ ایک
روز صبح کے وقت اُس کی آنکھ کھُلی، تو اُس نے دیکھا کہ وُہ ہاتھ پھیلا کر

FORT DE FRANCE ؎۲ M. BERTREND ؎۱

A. KRAUSS ؎۵ LORIET ؎۴ TOULON ؎۳

اُس چیز کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے جو اس کو خواب میں ایک نوخیز خوبصورت لڑکی کی تمثال معلوم ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ تمثال ماہ کامل میں تحویل ہو گئی، جس کی کرنیں اس کی آنکھوں پر پڑ رہی تھیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم کو ایسے خوابوں کی اکثر مثالیں ملتی ہیں، جن میں چاند کی کرنیں سونے والے کی آنکھوں پر پڑ کر دوشیزہ اور حسین لڑکیوں کی تمثالات پیدا کرتی ہیں۔

مَیں نے یہاں تک صرف بصری احساسات کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وُہ بڑے احساسات ہیں، جن سے ہمارے خواب صورت پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن سمعی احساسات بھی خوابوں میں کارفرما ہوا کرتے ہیں۔ اوّل آنکھ کی طرح کان میں بھی داخلی احساسات ہوتے ہیں۔ چنانچہ حالت بیداری میں بھی ہم کو سنسناہٹ سی سُنائی دیا کرتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کان میں سیٹیاں بج رہی ہیں، اور کبھی مختلف طرح کی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ ان کو ہم عام طور پر نہ تو الگ کرتے ہیں اور نہ ان کا ہم کو ادراک ہی ہوتا ہے۔ لیکن سونے کی حالت میں یہ صاف طور پر تمیز کئے جاتے ہیں۔ ان احساسات کے علاوہ سونے کے بعد ہم خارجی آوازوں

کو بھی برابر سنتے رہتے ہیں۔ پلنگ کی چرّخ چوں، بارش کے قطروں کا درخت کی پتیوں، یا چھتوں، پہ پڑنا، ہوا کی سائیں سائیں، اور بہت سی آوازیں ایسی ہوتی ہیں، جو سونے والے کے کانوں میں برابر پہنچتی رہتی ہیں، اور جن کو ہمارا خواب حالاتِ وقت کے مطابق گفتگو، گانے، چیخوں، یا موسیقی، کی صُورت میں بدل دیتا ہے۔ ایک دفعہ الفرڈ موری سو رہا تھا، کہ اس کے کانوں کے قریب چمٹے پر قینچی ماری گئی۔ اُس نے فوراً خواب دیکھا کہ وُہ ایک گھنٹہ بجتا ہوا سُن رہا ہے۔ اس کے بعد وُہ دیکھتا ہے کہ وہ ۱۸۴۸ء کے واقعات میں شریک ہے۔ اس قسم کے واقعات و تجربات کثیر التعداد ہیں۔ لیکن ہم کو یہ کہنے کی جلدی ہے کہ آوازیں ہمارے خوابوں میں وُہ اہمیت نہیں رکھتیں، جو رنگوں کو حاصل ہے۔ ہمارے خواب اکثر و بیشتر بصری ہوتے ہیں، بلکہ کہنا چاہیئے کہ اتنے بصری ہوتے ہیں کہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ بقول ایم۔ میکس، سائمن[1]، وُہ کون ہے جس نے خواب میں کسی خاص شخص سے گفتگو نہیں کی، یا جس نے خواب

[1] M. MAX SIMON

میں مسلسل بات چیت نہیں کی، اور پھر ایک خاص واقعہ نے اُس کی توجہ کو اپنی طرف نہیں کھینچا؟ وہ معلوم کرتا ہے کہ نہ وہ بول رہا ہے، نہ کبھی بولا ہے، یہ کہ اس کے مخاطب نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا، اور یہ کہ یہ ان کے آپس میں محض تبادلہ خیالات تھا۔ یہ اگرچہ تقریباً بالکل واضح گفتگو تھی، لیکن اس میں ایک لفظ بھی سُنائی نہ دیا۔ اس واقعہ کی توجیہ بہت آسان ہے۔ خواب میں آوازیں سننا ہمارے لئے ضروری ہے۔ لیکن لاشئے ہمیشہ لاشئے ہی کو پیدا کرتی ہے۔ جب ہمارے پاس آواز کا مواد ہی نہیں ہے، تو پھر خواب اس آواز کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔

لمسی احساسات کے متعلق، سمعی احساسات کی بہ نسبت، زیادہ باتیں کہنا ہیں۔ لہذا مجھے جلدی کرنی چاہئیے۔ اُن عجیب وغریب مظاہر پر گفتگو کی جا سکتی ہے، جو سونے کی حالت میں لمس کے غیر واضح احساسات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ احساسات اُن تمثالات کے ساتھ مل کر، جو ہمارے ساحت نظر میں ہوتی ہیں، اُن تمثالات کو متغیر کر دیتے ہیں، یا اُن کو اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دے دیتے ہیں۔ اکثر ہوتا ہے کہ رات کے وقت ہمارا جسم ہلکے پھلکے کپڑوں کے ساتھ مس کرتا ہے،

تو ہم کو اس مس کا احساس ہو جاتا ہے، اور ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہلکے پھلکے کپڑے پہنے ہیں۔ اب اگر اس وقت ہم خواب میں کسی بازار میں سے گزر رہے ہوں، تو ہم رہگیروں کے سامنے اُسی سادہ لباس میں پیش ہوتے ہیں، اور ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ہمارے لباس پر تعجب بھی نہیں ہوتا، حالانکہ ہم کو خود اپنے اُوپر تعجب ہوتا ہے۔ یہ خواب میں نے اس واسطے بیان کیا ہے، کہ یہ بہت کثیر الوقوع ہے۔ ایک اور خواب ایسا ہے جو ہم میں سے اکثر نے دیکھا ہوگا۔ اس میں ہم اپنے آپ کو ہوا میں اُڑتا، یا خلا میں تیرتا، ہوا دیکھا کرتے ہیں۔ یہ خواب اگر ایک دفعہ دکھائی دے جائے، تو ہم کو یقین ہونا چاہیئے کہ یہ دوبارہ بھی دکھائی دے گا۔ اور جب یہ دکھائی دیتا ہے تو خواب دیکھنے والا اس طرح استدلال کرتا ہے، "اس سے قبل بھی ایک دفعہ مجھے اُڑنے، یا تیرنے، کا التباس ہو چکا ہے، لیکن اس مرتبہ یہ حقیقی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ہم اپنے آپ کو کشش ثقل سے آزاد کر سکتے ہیں۔" اب اگر اس خواب کے دوران میں اچانک آنکھ کھل جائے، تو اس کی تحلیل نہایت آسانی سے ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس کی کوشش فوراً شروع کر دی جائے۔ تحلیل سے معلوم

یہ ہوگا، کہ ہم کو یہ واضح طور پر احساس ہو رہا ہے کہ ہمارے پاؤں زمین سے مس نہیں کر رہے، بلکہ ہوا میں معلّق ہیں۔ پھر باوجودیکہ ہم کو یقین ہوتا ہے کہ ہم سو نہیں رہے ہیں، ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہم لیٹے ہوئے ہیں۔ اب چونکہ ہم لیٹے ہوئے بھی نہیں، اور باوجود اس کے ہمارے پاؤں زمین کی سختی کو محسوس نہیں کر رہے، لہٰذا طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم خلا میں تیر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ جب پرواز کے ساتھ ہلکا پن بھی ہوتا ہے، تو پرواز کی کوشش صرف ایک طرف ہوتی ہے۔ اب اگر اس وقت ہماری آنکھ کھل جائے تو ہم کو معلوم ہوگا کہ ہم اُسی کروٹ سے لیٹے ہوئے ہیں، اور یہ کہ پرواز کی کوشش کا احساس دراصل وہ حقیقی احساس ہے، جو ہمارے جسم کے بستر کے ساتھ مس کرنے سے حاصل ہو رہا ہے۔ دباؤ کا یہ احساس اپنی علت سے مفترق ہو کر کوشش کا خالص احساس بن جاتا ہے، اور خلا میں تیرنے کے التباس کے ساتھ مل کر خواب کو پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

یہ ایک بہت دلچسپ بات ہے کہ دباؤ کے یہ احساسات ہمارے ساحتِ نظر کی سطح تک چڑھ جاتے ہیں، اور یہ سطح روشن "گرادہ" سے

پُر ہوتی ہے۔ اب یہ احساسات اس "بُرادہ" سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور اس کو صُورتوں اور رنگوں میں بدل دیتے ہیں۔ سائیمہ میکس سائمن نے اپنا ایک عجیب و غریب، اور ایک حد تک دردناک، خواب بیان کیا ہے۔ اُس نے خواب دیکھا کہ وُہ سونے کے سکّوں کے دو ڈھیروں کے سامنے کھڑا ہے۔ ان دونوں ڈھیروں کی بلندی غیر مساوی ہے، اور اس کو کسی وجہ سے اس بلندی کی عدم مساوات کو رفع کرنا ہے، لیکن وُہ نہیں کر سکتا۔ اس سے اس کو سخت رُوحانی تکلیف ہو رہی ہے، جو لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے۔ آخر کار اسی تکلیف کی وجہ سے اس کی آنکھ کھُل جاتی ہے۔ جاگنے پر اسے معلوم ہوا، کہ اس کی ایک ٹانگ پلنگ کی چادر کی تہوں میں اس طرح پھنس گئی ہے کہ اس کے دونوں پاؤں مختلف سطحات پر ہو گئے ہیں، اور ان کو ایک سطح پر لانا مشکل ہو گیا ہے۔ عدم مساوات کا یہ احساس ساحت نظر میں داخل ہو کر ایک، یا زائد، زرد نقاط کے ساتھ متصادم ہوا۔ (کم از کم یہی وُہ قیاس ہے جس کو میں پیش کرنا چاہتا ہوں) اس تصادم کی وجہ سے یہ احساس بصری صُورت میں دو سنہرے سکّوں کے ڈھیروں کی صُورت میں ظاہر ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ سونے کی

حالت میں جو لمسی احساسات پیدا ہوتے ہیں، اُن میں یہ رُجحان مضمر ہوتا ہے کہ وُہ اپنے آپ کو بصری صورت میں ظاہر کریں، اور اسی صورت میں خواب کا جزو بنیں۔ خاص لمسی احساسات سے بھی زیادہ اہم وہ احساسات ہیں جن کو اس چیز سے تعلق ہوتا ہے، جسے "داخلی لمس" کہا جاتا ہے۔ یہ وُہ گہری جڑ پکڑے ہوئے احساسات ہوتے ہیں، جو جسم کے ہر نقطے اور خصوصًا احشاء سے آتے ہیں۔ یہ واقعی احساسات جو شدت وحدت سونے کی حالت میں حاصل کرتے ہیں، اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ یہ حالت بیداری میں بھی ملاشبہ موجود ہوتے ہیں، لیکن اس حالت میں ہم کو عملی ضروریات اتنی فرصت نہیں دیتیں کہ ان کی طرف توجہ کریں۔ بیداری میں ہم اپنے آپ سے باہر توجہ کرتے ہیں۔ اکثر اوقات ہوتا ہے، کہ حنجرہ اور حلق کے التہاب کے مریض خواب دیکھتے ہیں کہ اُن پر مرض کا حملہ ہوا ہے، اور ساتھ ہی وُہ اپنے حلق میں ایک ناگوار سنسناہٹ بھی محسوس کرتے ہیں۔ جاگنے کے بعد ان کا یہ احساس غائب ہو جاتا ہے، اور اس لئے وُہ اس کو وہم سمجھتے ہیں۔ لیکن چند گھنٹوں کے بعد یہ وہم حقیقت میں تبدیل ہو جاتا

VISCERA ؎ INTERNAL TOUCH ؎

ہے۔ بعض امراض، سنگین حادثات، مرگی، اور قلبی امراض ایسے بیان کئے گئے ہیں کہ جن کی پیش بینی، اور کہنا چاہئیے، کہ پیشین گوئی، خواب میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر شوبینچا ئر کے سے فلاسفہ نے خواب کو قلب شعور میں اُن اضطرابات کی حرکاتِ بازگشت کہا ہے، جو اشتراکی نظام[۵۱] سے پیدا ہوتے ہیں، اور اگر شیرنر[۵۲] کے سے ماہرینِ نفسیات نے ہمارے ہر عضو کی طرف ایک معیّن ومقرر خواب پیدا کرنے کی قابلیت کو منسوب کیا ہے، جو خواب کہنا چاہئیے کہ اِس قابلیت کو علامت کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے، اور اگر آرٹیگس[۵۳] کے ایسے ماہرین طب نے علم اعراض الامراض[۵۴] کے لئے خوابوں کی اہمیت وقیمت پر کتابوں کی کتابیں تصنیف کی ہیں، بعض اُنہوں نے خوابوں کو تشخیص امراض کے لئے اِستعمال کیا ہے، تو ہم کو تعجب نہ ہونا چاہئیے۔ ابھی حال ہی میں ایم لٹسی نے جس کا ذکر اِس سے قبل آچکا ہے، ثابت کیا ہے کہ مخصوص خوابوں کو ہضمی، تنفسی، اور دَوران خون کے آلہ سے تعلق ہوتا ہے۔

---

۵۱ SYMPATHETIC NERVOUS SYSTEM

۵۲ SCHERNER

۵۳ ARTIGUES

۵۴ SEMEIOLOGY.

جو کچھ کہ میں نے اب تک کہا ہے، اب میں اس کو مختصراً بیان کرونگا۔
جب ہم طبعی نیند سوتے ہیں، تو یہ یقین کرنا ضروری نہیں ہوتا، جیسا کہ اکثر فرض کیا جاتا ہے کہ ہمارے حواس خارجی احساسات کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ سونے کی حالت میں بھی ہمارے حواس برابر کام کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ اس حالت میں ان کا فعل کم متعین ہوتا ہے؛ لیکن اس کی تلافی اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ ایسے "داخلی" ارتسامات کی تعداد کو اپنے آپ میں شامل کر لیتے ہیں، جو بحالت بیداری غیر مدرک رہتے ہیں؛ کیونکہ ایسی حالت میں ہم ایسے ادراکات کی دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں، جو تمام اشخاص میں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ارتسامات سونے کی حالت میں دوبارہ ظاہر ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ اب ہم خود اپنے لئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہٰذا ہماری قوتِ ادراک سونے کی حالت میں تنگ نہیں ہو جاتی۔ بر خلاف اس کے کم از کم خاص سمتوں میں اس کا دائرہ عمل وسیع ہو جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی وسعت جس قدر زیادہ ہوتی ہے، اُس کی توانائی، یا اشتداد، اسی قدر کم ہو جاتا ہے۔
اب اس سے ہم کو صرف مبہم اور غیر واضح ارتسامات حاصل ہوتے ہیں؛

یہی ارتسامات ہمارے خوابوں کا مواد بنتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئیے، کہ ان کی حیثیت مواد سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتی۔

خوابوں کو پیدا کرنے کے لئے یہ تنہا کافی نہیں ہوتے، اس وجہ سے کہ یہ غیر واضح اور غیر متعین ہوتے ہیں۔ متغیر رنگ و صورتیں اور ارتسامات ہیں، جو آنکھیں بند کر لینے کے بعد ہمارے سامنے آتے ہیں، لیکن ان کا نقشہ و خاکہ کبھی بھی واضح اور معین نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم کو سفید زمین پر سیاہ خطوط دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے والے کے لئے کتاب کا صفحہ بن جا سکتا ہے، یا وہ سیخچوں دار کھڑکی، جس کے پیچھے روشنی ہو رہی ہے، یا اسی طرح کی کوئی اور چیز۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کس طرح ہو؟ وہ کون سی صورت ہے، جو اس مواد کے عدم تعین پر تعین کی مہر لگاتی ہے؟ یہ صورت ہمارا حافظہ ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ خواب میں ہم فی الجملہ کوئی نئی چیز پیدا نہیں کیا کرتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اکثر مثالیں ایسی پیش کی جا سکتی ہیں، جن میں خواب دیکھنے والے نے کوئی صنعتی، یا ادبی، یا علمی چیز پیدا کی ہے۔ میں یہاں صرف دو قصے بیان کروں گا،

جو ٹارٹینی[1] کے متعلق مشہور ہے۔ یہ شخص اٹھارھویں صدی میں ایک بہت بڑا وایولن بجانے والا، اور راگی، گزرا ہے۔ وُہ ایک راگ نظم کرنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن کامیاب نہ ہوتا تھا۔ اسی حالت میں وُہ سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ شیطان نے آکر اس کا وایولن اُٹھایا ہے، اور جس راگ کو وُہ بجانے کی کوشش کر رہا تھا، بعینہ وہ راگ وہ نہایت مہارت کے ساتھ وایولن پر بجا گیا۔ جاگنے کے بعد ٹارٹینی نے اپنی یادداشت میں اس کو نقل کر لیا۔ اب آج کل یہ راگ "شیطان[2] کا راگ" کہلاتا ہے۔ لیکن اس قسم کے پُرانے واقعات میں فسانہ اور امر واقعی میں تمیز کرنا ازحد مشکل ہے۔ ہم کو فی الحقیقت مستند ذاتی مشاہدات کی ضرورت ہے کہ ان ہی پر کوئی صحیح رائے مبنی کی جا سکتی ہے، لیکن دقّت یہ ہے کہ اس قسم کے مشاہدات النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے ہیں۔ مجھے باوجود سخت تلاش کے اس قسم کا صرف ایک بیان ملا ہے۔ یہ مشہور انگریزی ناول نگار سٹیونسن[3] کا ہے۔ اس نے ایک عجیب و غریب مضمون "خواب پر ایک باب" لکھا ہے۔ اس مضمون میں یہ مصنّف، جو تحلیل کی استثنائی

---

[1] TARTINI [2] DEVIL'S SONATA [3] STEVENSON

قابلیت رکھتا ہے، کہتا ہے کہ اس کے اکثر فسانے خواب میں لکھے گئے، یا کم از کم ان کا خاکہ خواب میں تیار ہوا ہے۔ لیکن اس باب کو ذرا غور سے پڑھو، تو معلوم ہوگا کہ سٹیونسن کی زندگی میں ایک وقت ایسا آیا تھا جب وُہ عادتاً ایسی نفسی حالت میں رہتا تھا کہ یہ بتانا بہت مشکل تھا کہ وہ جاگ رہا ہے یا سو رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ حقیقت ہے جب ہمارا ذہن کوئی نئی چیز پیدا کرتا ہے، یا کہنا چاہیئے کہ جب یہ تنظیم و ترکیب کی وُہ قابلیت رکھتا ہے، جو ایک مشکل کو رفع کرنے، ایک مسئلہ کو حل کرنے، ایک زندہ جاوید تخیلی کام کرنے کے لئے ضروری ہے، تو یہ فی الواقع خوابیدہ نہیں ہوتا، یا کم از کم یہ کہ ہماری ذات کا وُہ حصہ جو عمل کر رہا ہے، وُہ حصہ نہیں جو سو رہا ہے۔ لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے، کہ یہ کام خواب میں ہوا ہے۔ سونے کی جس حالت میں ہماری شخصیت بالکل گم ہو جاتی ہے، اُس میں ہماری یادداشتیں، اور محض یادداشتیں، ہمارے خوابوں کا جالا تنتی ہیں۔ لیکن اکثر اوقات ہم اس کو معلوم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بہت پُرانی یادداشتیں ہوں جو حالت بیداری میں "گلدستۂ طاق نسیاں" ہو چکی ہیں، اور جو زمانۂ ماضی کے تاریک ترین حصّوں سے برآمد ہوتی ہیں۔ یہ اُن

اشیاء کی یادداشتیں ہو سکتی، اور اکثر اوقات ہوتی ہیں، جن کا ادراک ہم نے حالت بیداری میں یوں ہی رواروی میں، یا تقریباً بے ہوشی کے عالم میں کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ یہ منفرد یادداشتوں کے ٹکڑے ہوں، جو بغیر کسی اصول کے منتخب کر لئے گئے ہیں، اور جو مل کر ایک عدیم التطابق، اور ناقابل شناخت، کُل بن گئے ہیں۔ تمثالات کے یہ غریب الخلقت اجتماعات بظاہر بالکل بے معنی ہوتے ہیں، لیکن ہماری عقل ان کی توجیہ کی کوشش کرتی ہے، اور خلا کو پُر کرنا چاہتی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ سونے کی حالت میں، ہماری عقل قوتِ استدلال سے کلیۃً محروم نہیں ہو جاتی، جیسا کہ اکثر مصنفین کا خیال ہے۔ اب اس خلا کو پُر کرنے کے لئے ہماری عقل دیگر یادداشتوں کا احیا کرتی ہے۔ لیکن یہ یادداشتیں بھی اسی طرح مسخ شدہ، محرف، اور عدیم التطابق ہوتی ہیں لہذا یہ پھر توجیہ طلب ہوتی ہیں۔ غرض یہ سلسلہ اسی طرح لاالی النہایۃ جاری رہتا ہے۔ لیکن سردست میں اس بات پر بہت زیادہ اصرار نہ کروں گا۔ یہاں میرے لئے صرف یہ کہنا کافی ہے کہ حافظہ وہ قوت ہے، جو اُس مواد کو ایک خاص شکل دیتی ہے، جو خواب میں مختلف حواس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے

یا بالفاظ دیگر یہ وُہ قوت ہے، جو اُن مبہم اور غیر واضح احساسات کو واضح اور معین اشیاء میں بدلتی ہے، جو خواب دیکھنے والے کو اپنی آنکھوں، اپنے کانوں، اور جسم کی تمام سطح اور اندرونی حصوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہی جواب ہے اُس سوال کا جو مَیں نے شروع میں کیا ہے۔

حالتِ بیداری میں بھی ہماری یادداشتیں آتی جاتی، اور باری باری ہمارے ذہن کو اپنا گھر بناتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ ہمیشہ اس قسم کی ہوتی ہیں، جن کو ہمارے موجودہ مشغلہ، ہماری موجودہ حالت، اور ہمارے موجودہ عمل، سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ یہاں مجھے ایم دھا روشے کی وُہ کتاب یاد آتی ہے، جو اُس نے خوابوں کے متعلق لکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خوابوں پر بحث کر رہا ہوں، اور میرا یہ مشغلہ میرے حافظہ کی فعلیت کو ایک خاص سمت میں لگا دیتا ہے۔ حالتِ بیداری میں جو یادداشتیں کہ پیدا ہوتی ہیں، وُہ موجودہ فعل سے بظاہر کسی قدر بعید کیوں نہ ہوں، لیکن ان کو کسی نہ کسی معنوں میں اس سے تعلق ضرور ہوتا ہے۔ حیوانات میں حافظہ کی اہمیت کیا ہے؟ صرف یہی کہ ایک خاص صورتِ حالات میں اُن مفید، یا مضر نتائج کا احیا کرے، جو اسی طرح کی گزشتہ صورتِ حالات

میں پیدا ہوئے تھے، اور اس طرح اس کو سمجھائے کہ اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس میں
شبہ نہیں کہ انسان میں حافظہ فعل کی اتنا زیادہ غلامی میں نہیں ہوتا۔ لیکن
پھر بھی یہ اس کے ساتھ ملتصق تو رہتا ہے۔ ایک خاص وقت میں
ہماری یادداشتیں ایک ٹھوس کُل بناتی ہیں۔ یہ کُل گویا ہرمی شکل
رکھتا ہے، جس کی نوک ہمارے موجودہ فعل میں دھنسی ہوتی ہے۔ لیکن
جو یادداشتیں، کہ ہمارے مشاغل سے تعلق رکھتی ہیں، اور ان ہی کی وجہ سے
منکشف ہوتی ہیں، ان کے پسِ پردہ اور ہزاروں یادداشتیں ہوتی ہیں،
جو اُس جگہ کے نیچے جمع ہیں جس پر شعور کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ میرا
عقیدہ تو یہ ہے، کہ ہماری تمام گذشتہ زندگی وہاں موجود ہے۔ یہ کہ ہم کوئی
بات بھی کلیتہً نہیں بھولتے، اور یہ کہ بدوِ شعور سے اس وقت تک جو کچھ
ہم نے احساس، ادراک، فکر اور ارادہ کیا ہے، وہ ناقابلِ فنا صورت میں اب تک
باقی ہے۔ لیکن اس اندھے کوئیں میں جو یادداشتیں محفوظ ہیں، وہ غیر مرئی
اوہام کی صُورت میں ہیں۔ یہ روشنی میں آنا تو شائد چاہتی ہیں، لیکن اس
کی کوشش تک نہیں کرتیں۔ یہ جانتی ہیں کہ اس روشنی میں آنا بالکل
محال ہے۔ اور یہ کہ میں بحیثیت جاندار فاعل ہستی کے، اس قدر

مصروف ہوں، کہ ان کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ لیکن فرض کرو کہ میں کسی وقت موجودہ صورت حالات اور مشاغل، مختصر یہ کہ ان تمام چیزوں اور باتوں سے بے غرض ہو جاؤں، جو اس سے قبل میرے حافظہ کو معین اور اس کی رہبری کرتی تھیں، یعنی یہ کہ فرض کرو کہ میں سو جاؤں۔ اب یہ یادداشتیں دیکھتی ہیں کہ میں نے رکاوٹ اٹھالی ہے، اور وہ دروازہ کھول دیا ہے جس کی وجہ سے وہ شعور کے نیچے مقید تھیں۔ لہذا یہ اس اندھے کوئیں میں سے ابھرنی شروع ہوتی ہیں۔ یہ ابھرتی ہیں، حرکت کرتی ہیں، اور غیر شعوری تاریکی میں رقص کرتی ہیں۔ وہ اس دروازہ کی طرف یکبارگی دوڑتی ہیں، جو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ سب کی سب باہر نکلنا چاہتی ہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اب سوال یہ ہے، کہ ان کی اس فوج میں کن کن کا انتخاب ہوگا؟ اس کا جواب کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس سے قبل جب میں جاگ رہا تھا، تو صرف وہ یادداشتیں اس دہلیز کے اس طرف آسکتی تھیں، جو موجودہ حالات، یعنی اس چیز سے کوئی نسبت رکھتی تھیں جس کو میں اپنے گرد دیکھتا اور سنتا تھا۔ اب سونے کی حالت میں جو تمثالات کہ میری آنکھوں کے

سامنے ہوتی ہیں، جو آوازیں کہ میرے کانوں پر اثر کرتی ہیں، اور جو لمس کہ میری تمام سطح جسم پر پھیلے اور بکھرے ہوئے ہیں، وہ سب کے سب بہت غیر واضح اور غیر معین ہیں۔ پھر ان کے علاوہ اور بہت سے احساسات ہیں، جو عضویئے کے عمیق ترین حصوں سے آتے ہیں۔ لہذا جو وہی یادداشتیں، کہ رنگ، روپ، یا مادیت اختیار کرنا چاہتی ہیں، اُن میں سے صرف وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی ہیں، جو اپنے آپ کو اس "رنگین بُرادے" یعنی تمام خارجی و داخلی احساسات میں مدغم کر سکتی ہیں، جس کا ہم کو ادراک ہوتا ہے، اور جو ہماری عام قابلیتِ احساسی کی حیثیت حسی کے مطابق ہوتی ہیں[1]۔ جب حافظہ اور احساس میں یہ ملاپ ہو جاتا ہے، تو خواب پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] یہی وُہ مقام ہے جہاں وُہ دبی ہوئی خواہشیں (REPRESSED WISHES) مداخلت کریں گی۔ جن کا مطالعہ فرائڈ اور دیگر امریکی ماہرین نفسیات نے نہایت عمق نظر اور خوبی سے کیا ہے۔ اس کے لئے (JOURNAL OF ABNORMAL) کی نئی جلدوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس لکچر کے وقت خوابوں پر پروفیسر فرائڈ کی تصنیف یعنی (PSYCHOLOGY OF DREAMS) تو شائع ہو چکی تھی۔ لیکن "نفسی تحلیل" اس درجہ کو نہ پہنچی تھی جس پر وُہ اب ہے۔ (برگساں)

اینیڈ[1] میں فلاطینوس نے (جو افلاطون کا شارح اور جانشین تھا) شاعرانہ انداز میں وہ طریقہ بیان کیا ہے، جس سے انسان کی خلقت ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فطرت جاندار اجسام کا صرف خاکہ بناتی ہے۔ یہ خود اپنی قوتوں سے اس کام کو پورا نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف ارواح عالم امثال میں ہوتی ہیں، یہ بذاتِ خود تو فعلیت، بلکہ فعلیت کا خیال کرنے کے بھی ناقابل ہوتی ہیں) لہٰذا یہ زمان و مکان کے ماورا تیرتی پھرتی ہیں۔ لیکن جن اجسام کا فطرت نے خاکہ تیار کیا ہے، اُن میں سے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں، جو، باعتبار اپنی صورت کے، بعض مخصوص ارواح کی آرزو اور تمناؤں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اب جسم زندہ رہنے کی قابلیت اپنے ساتھ لے کر فطرت کے ہاتھوں سے نہیں نکلتا، لہٰذا یہ رُوح کی طرف صعود کرتا ہے، جو اس کو جاندار بنا سکتی ہے۔ دوسری طرف رُوح اس جسم کو دیکھتی ہے، اور سمجھتی ہے کہ وہ اس میں اپنا عکس دیکھ رہی ہے۔ یہ عکس اُس کو کھینچتا ہے، لہٰذا یہ ہبوط کرتی ہے۔ یہی ہبوطِ حیات ہے[2] میں بھی اُن یادداشتوں کو، جو غیر شعور کے اندھے کوئیں میں دفن ہیں، ان

---

[1] ENNEADES

منفرد ارواح سے تشبیہ دے سکتا ہوں، اور ہمارے رات کے احساسات ان ناقص اجسام کے مشابہ ہیں۔ چنانچہ یہ احساسات بھی ان ناقص اجسام کی طرح گرم، رنگ، روپ والے، اور نقرہ بہا جاندار، لیکن غیر واضح ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے حافظہ مکمل، لیکن کھوکھلا اور بے جان ہے۔ یہ احساس کی کسی ایسی صورت کا متلاشی رہتا ہے، جس کو وہ اختیار کر کے اپنی عدم وضاحت اور اپنے عدم تعین کا خاتمہ کر سکے۔ اسی طرح حافظہ بھی اس مادہ کا خواہش مند ہوتا ہے، جو اس کو ٹھوس کر دے، اس کو ٹھوس بنا دے، مختصر یہ کہ اس کو متحقق کر دے۔ لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف کھنچتے ہیں، اور وہی حافظہ اُس احساس کے جسم کو اختیار کر کے، جو اُس کو گوشت پوست بخشتا ہے، ایک ذی حیات ہستی، یعنی خواب، بن جاتا ہے۔

لہٰذا خواب کی پیدائش کوئی پوشیدہ بھید نہیں۔ یہ ہمارے تمام ادراکات کی پیدائش کے مشابہ ہے۔ پھر خواب کی مشین بھی فی الجملہ وہی ہے، جو عام ادراک کی ہوتی ہے۔ جب ہم کو کسی حقیقی شے کا ادراک ہوتا ہے، تو جو کچھ کہ ہم کو واقعتہً نظر آتا ہے (یعنی ہمارے ادراک کا احساسی مواد) وہ اس مواد کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے، جو حافظہ اضافہ کرتا ہے جب

تم کوئی اخبار، یا کتاب، پڑھتے ہو، تو کیا تمام کے تمام مطبوعہ حروف تمہارے شعور میں آتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ اگر ایسا ہو تو تمام اخبار کا ایک صفحہ بھی تمام دن میں پورا نہ کر سکو۔ واقعہ یہ ہے، کہ تم ہر نقطہ، بلکہ کہنا چاہیئے، کہ ایک جملے کے ہر رکن، میں صرف چند حروف، بلکہ شاید چند امتیازی نشانات، دیکھتے ہو، اور یہی تمام لفظ کے ادراک کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام حروف، جن کے متعلق تمہارا خیال ہے، کہ تم دیکھتے ہو، اوہام کی صورت میں تم کو وصول ہوتے ہیں۔ کثیر التعداد قطعی الدلالت اختبارات اس قسم کے ہیں، جن سے ہمارے اس دعوے میں شبہ نہیں رہتا۔ میں یہاں صرف گولڈ شائڈر[1] اور میولر[2] کے اختبارات بیان کروں گا۔ ان محققین نے بعض عام طور پر استعمال ہونے والے جملے، مثلاً PREFACE TO یا POSITIVE INADMISSION THE 4th EDITION وغیرہ ایک کارڈ پر طبع کرائے۔ لیکن انہوں نے احتیاطاً یہ کی کہ یہ غلط طبع ہوں، یعنی کہیں حروف بدل دیئے جائیں،

---

[1] GOLDSCHEIDER on HALLUCINATION

[2] MULLER

اور کہیں یہ محذوف کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد یہ جملے ایک اندھیرے کمرے میں معمول کے سامنے پیش کئے گئے۔ معمول کو کچھ خبر نہ تھی، کہ ان کارڈوں پر کیا عبارت لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ان پر بہت تھوڑی دیر کے لئے روشنی ڈالی گئی، کہ جس میں وُہ تمام حرف کو بہ مشکل دیکھ سکتے تھے۔ اس سے قبل ان محققین نے اختیارات کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا، کہ ایک حرف کو دیکھنے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ اس طرح ان کے لئے یہ آسان ہو گیا، کہ ان جملوں پر صرف اتنی دیر کے لئے روشنی کریں، کہ جس سے وُہ تیس یا چالیس حروف میں سے صرف آٹھ یا دس کو دیکھ سکیں۔ ان اختیارات کا نتیجہ بالعموم یہ تھا، کہ وہ معمول یہ تمام جُملے بالکل صحت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ لیکن اس اختبار کا یہ نکتہ ہمارے لئے اہم نہیں۔

اگر مشاہدہ کرنے والے سے سوال کیا جائے کہ وُہ کون کون سے حروف تھے، جن کو دیکھنے کا اسے یقین ہے، تو وُہ ان حروف کا نام لے گا جو فی الواقع مطبوع ہیں۔ لیکن ان ہی میں غائب حروف کا بھی نام لیا جا سکتا ہے، یعنی وُہ اُن تمام حروف نام بھی لے سکتا ہے، جن کی بجائے

دوسرے حروف لکھ دیئے گئے ہیں، اور اُن حروف کا بھی جنہیں بالکل حذف کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ روز روشن میں بھی ہم کو ایک ایسا غائب حرف بالکل صاف نظر آسکتا ہے، جو اس لفظ کے معنوں کے لحاظ سے موجود ہونا چاہیئے تھا۔ یہاں ہوتا یہ ہے کہ جو حروف ہماری آنکھوں پر اثر کرتے ہیں، وہ مشاہدہ کرنے والے کے غیر شعوری حافظہ کے لئے ایک علامت بن جاتے ہیں۔ یہ حافظہ مناسب یادداشت منکشف کرتا ہے، یعنی وہ جملہ معلوم کرتا ہے، جو اُن حروف کی وجہ سے متحقق ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مشاہدہ کرنے والا اس ہی یادداشت کو دیکھتا ہے، نہ کہ حروف یا الفاظ کو۔ اس طرح ثابت کیا جاتا ہے کہ تیز پڑھنا ایک طرح کا علم غیب ہے! لیکن یہ مجرد علم غیب نہیں۔ یہ اُن یادداشتوں کی تخریج ہے، جو ایک حد تک اس جزئی تحقیق سے فائدہ اُٹھاتی ہیں جس کو وہ اِدھر اُدھر پاتی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو متحقق کر لیتی ہیں۔

حاصل کلام یہ، کہ حالتِ بیداری اور اپنے گردوپیش کی حقیقی اشیاء کے علم میں ایک ایسا عمل برابر جاری ہے، جو بالکل خواب کے عمل کے مشابہ ہے۔ ادراک میں ہم شے کا محض خاکہ معلوم کرتے ہیں۔ یہ خاکہ مکمل حافظہ

کی طرف مراجعت کرتا ہے، اور یہ عمل حافظہ، جو یا تو غیر شعوری حالت میں ہوتا ہے، یا فکری صورت میں، اس موقع کو غنیمت جان کر باہر نکلنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی قسم کا وہم جو ایک حقیقی چوکھٹے میں جڑا اور چسپاں ہوتا ہے، وہ چیز بن جاتا ہے، جس کا ہم ادراک کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت مختصر عمل ہے، اور یہ اُس چیز کی نقس رویت سے بھی پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس تمام عملِ حافظہ میں نشانات کے فعل اور طور کے متعلق اور بہت سی دلچسپ باتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ یہ فرض کرنا ضروری نہیں، کہ یہ ہمارے حافظہ میں جامد اور ناقابل حرکت ارتسامات کی صورت میں ہوتی ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے، جیسے انجن میں بھاپ، جو ہمیشہ کم و بیش اشتداد کی حالت میں رہتی ہے۔

جس وقت کہ مدرک خاکہ ان کو بروئے کار لاتا ہے، اُس وقت گویا یہ سب اپنے رشتوں اور اپنی مشابہتوں کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ گولڈ شائڈر اور میولر سے بھی پہلے پروفیسر منسٹر برگ[1] نے چند اختبارات کئے ہیں، جن سے میری رائے میں اس قیاس

---

[1] MUNSTERBERG.

کی تائید وتصدیق ہوتی ہے، اگرچہ ان کا اصلی مقصد کچھ اور تھا۔ گولڈ شائڈر اور میولر کے برخلاف میونسٹربرگ نے یہ الفاظ بالکل صحیح لکھے، اور یہ الفاظ ایسے بھی نہ تھے، جو اکثر استعمال میں آتے ہیں۔ یہ متفرق ومنفرد الفاظ تھے، کہ جن میں باہم کوئی تعلقات نہ تھے۔ اس نے بھی ان الفاظ کو اتنے عرصہ کے لئے روشن کیا جو ان کے پورے ادراک کے لئے کافی نہ تھا۔ اب جس وقت مشاہدہ کرنے والا اس لفظ کو دیکھنے میں مشغول ہوتا تھا، تو ایک شخص اس کے کان میں ایک بالکل مختلف المعنی لفظ کہتا تھا۔ نتیجہ اس کا کچھ ایسا تھا۔ مشاہدہ کرنے والا وہ لفظ بیان کرتا تھا، جو اس نے دیکھا ہے، لیکن یہ لفظ وہ نہ ہوتا ہے، جو فی الواقع اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ برخلاف اس کے اس کا بیان کردہ لفظ حقیقی لفظ سے عام شکل وصورت میں مشابہت رکھتا تھا، اور جو اپنے معنوں کی وجہ سے اس لفظ کا احیا کرتا تھا، جو اس کے کان میں بولا گیا تھا مثلاً لکھا ہوا لفظ تو TUMULT تھا، اور اس کے کان میں لفظ RAIL ROAD بولا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ مشاہدہ کرنے والے نے TUMULT کو TUNNEL پڑھا۔ یہاں یہ ہوا، کہ جب

لفظ RAILROAD اس کے کان میں بولا گیا، تو اس کی وجہ سے یادداشتوں کے اُس جمِ غفیر میں شعوری تحقق کی امید پیدا ہوئی، جو RAIL ROAD کے تصور سے کچھ بعید کی نسبت بھی رکھتا تھا۔ اور لطف یہ کہ ہم اس سب کیفیت سے بالکل بے خبر تھے۔ لیکن ابھی یہ صرف امید ہی امید تھی۔ شعور میں آنے میں کامیابی صرف اُس یادداشت کو ہوئی، جس کو موجودہ حقیقی احساس نے پہلے ہی سے متحقق کرنا شروع کر دیا تھا۔

یہ ادراک کا حقیقی عمل ہے، اور یہی عمل خواب کا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک طرف تو وہ حقیقی ارتسامات تھے، جو آلاتِ حس پر مرتسم ہوئے، اور دوسری طرف وُہ یادداشتیں، جو ان ارتسامات میں داخل ہوتی ہیں، اور اس کی قوتِ حیات سے فائدہ اُٹھا کر دوبارہ زندگی پاتی ہیں۔

لیکن اگر ہمارا یہ تمام بیان صحیح ہے، تو پھر ادراک اور خواب میں کیا فرق ہے؟ نیند کسے کہتے ہیں؟ ظاہر ہے، کہ میں سونے کی عضویاتی توجیہ نہیں چاہتا۔ یہ ایک الگ سوال ہے، اور ابھی تک اس کا فیصلہ بھی نہیں ہوا ہے۔ میرا سوال یہ ہے، کہ نفسیاتی نقطۂ نظر سے نیند کیا ہے؟ ہم ابھی دیکھ چکے ہیں، کہ سونے کی حالت میں بھی ہمارا ذہن برابر کام کرتا

ہے، اور بعینہ ان ہی عناصر یعنی احساسات و یادداشتوں، پر کام کرتا ہے، جن پر کہ وُہ بحالتِ بیداری کیا کرتا ہے، اس کے علاوہ ان دونوں صورتوں میں اس کا طریقِ عمل بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن باایںہمہ جاگنے کی حالت میں تو عام اور معمولی ادراک ہوتا ہے، اور سونے کی حالت میں خواب دکھائی دیتے ہیں۔ لہٰذا میں پھر سوال کرتا ہوں، کہ آخر فرق کیا ہے، سونے کی حالت کی نفسیاتی خصوصیات کیا ہیں؟

ہم کو نظریات پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ ہر مسئلہ کی طرح اس خاص مسئلہ کے متعلق بھی بہت سے نظریئے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں، کہ دُنیا و مافیہا سے قطع تعلق کرنا، اور اشیاء خارجی کے لئے اپنے حواسی راستوں کو بند کرنا، سوجانا ہے۔ لیکن ہم پیچھے ثابت کر چکے ہیں، کہ سوتے وقت ہمارے حواس برابر کام کرتے رہتے ہیں، اور یہی ہمارے اکثر خوابوں کا خاکہ، یا مقام گریز، مہیا کرتے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے، کہ ذہن کے اعلےٰ قویٰ کی فعلیت کو روک دینا سوجانا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اعلیٰ دماغی مراکز عارضی طور پر مفلوج ہوجاتے ہیں۔ میری رائے میں تو یہ خیال بھی کچھ زیادہ صحیح نہیں۔ یہ سچ ہے کہ خواب میں ہم منطق کی طرف

اعتنا نہیں کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ ہم میں اس کی قابلیت بھی نہیں رہتی۔ چنانچہ بعض خوابوں میں ہم نہایت صحت، بلکہ نفاست، کے ساتھ استدلال کیا کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، اور خوب سمجھتا ہوں، کہ میرے اس قول کو مستبعد کہا جائے گا، کہ خواب دیکھنے والے کی تمام غلطی یہی ہوتی ہے، کہ وہ بہت زیادہ استدلال کرتا ہے، لیکن یہ واقعہ ہے۔ اگر وہ ان تمثالات کے جلوس کا محض تماشا دیکھتا رہے، جو اس کی آنکھوں کے سامنے سے خواب میں گزرتا ہے، تو اس کے خوابوں کی اکثر لغویتوں کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ لیکن وہ استدلال کرنا چاہتا ہے، اور اس جلوس کی تشریح و توجیہ کی خواہش رکھتا ہے، اس توجیہ کی غایت یہ ہوتی ہے، کہ عدیم التطابق تمثالات میں تطابق و ارتباط پیدا ہو جائے۔ لیکن ایک عجیب و غریب استدلال بن جاتا ہے، جس کے ڈانڈے لغویت سے مل جاتے ہیں۔ مجھے تسلیم ہے، کہ سونے کی حالت میں اعلیٰ عقلی قواء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اور خواب دیکھنے والے کی منطق بالعموم کمزور ہوتی ہے، اور اصلی منطق کا منہ چڑاتی ہے۔ لیکن بعینہٖ یہی سونے کی حالت میں تمام قواء کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہم استدلال کی موقوفی، یا حواس کی

مسدودی کو سونے کی حالت کی خصوصیت امتیازی نہیں کہہ سکتے۔

اس کے علاوہ کچھ اور بھی لازمی ہوتا ہے۔ ہمارے لئے صرف نظریات ہی کافی نہیں ہوتے۔ ہم کو واقعات سے گہری واقفیت درکار ہے۔ ہم کو ایک فیصلہ کن اختبار خود اپنا کرنا چاہیئے۔ اب چونکہ ہم نفسِ خواب میں اپنی تحلیل نہیں کر سکتے، لہذا لازمی ہے کہ خواب کے ختم ہو جانے کے بعد ہم سونے سے جاگنے کی طرف اپنے انتقال کو نگاہ میں رکھیں، اور تا بحدِ امکان اس کا برابر پیچھا کرتے رہیں، اور اس انتقال کے بعد جو کچھ ہمارا تجربہ ہو، اس کو الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کریں۔ یہ تمام کام مشکل تو ضرور ہے، لیکن ذرا سی توجہ سے یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ لہذا اجازت چاہتا ہوں، کہ میں خود اپنا ایک تجربہ بیان کر دوں، اور اپنا ایک تازہ ترین خواب مثال کے طور پر لوں، اور پھر بتاؤں کہ اس کے ختم ہو جانے کے بعد میں نے کیا دیکھا۔

میں نے خواب دیکھا، کہ میں ایک مجمع کے سامنے سیاسی تقریر کر رہا ہوں۔ اسی اثناء میں سامعین میں طنینِ مگس کی سی آواز شروع ہوئی، جو برابر شدید تر ہوتی گئی، یہاں تک کہ یہ کافی بلند ہو گئی۔ اس کے بعد چیخوں

کی آوازیں تبدیل ہوئی، اور آخرکار چاروں طرف سے OUT! OUT! OUT!
کی مترنم آوازیں آنے لگیں۔ یہاں میری آنکھ کھل گئی۔ اب معلوم یہ ہوا،
کہ قریب ہی ایک باغ میں ایک کتا بھونک رہا ہے، اور اس کی ہر
WOW! WOW! کے ساتھ میرے کانوں میں OUT! OUT! کی
آوازیں آتی تھیں۔ یہی وہ صغیر ترین لمحہ ہے، کہ جس کو پکڑ لینا ہمارے لئے
ضروری ہے۔ یہاں صورتِ حالات یہ ہے، کہ بیدار ایغو ابھی ابھی خواب
سے برآمد ہوا ہے، اور خواب دیکھنے والا ایغو بھی ابھی پوری طرح روپوش
نہیں ہوا۔ بیدار ایغو کم از کم کچھ عرصہ کے لئے اس خوابیدہ ایغو کو روک لیتا
ہے، اور اُس سے سوال کرتا ہے "آج مَیں نے پکڑ لیا! تمہارا خیال تو تھا،
کہ ایک مجمع چیخیں مار رہا ہے، حالانکہ فی الواقع کتا بھونک رہا تھا۔ اب
جب تک کہ تم مجھے یہ نہ بتاؤ گے، کہ تم خواب میں کیا کر رہے تھے، اس وقت
تک مَیں تم کو چھوڑنے کا نہیں" اس کا جواب خواب دیکھنے والا ایغو یہ
دیتا ہے، کہ میں بالکل کچھ نہیں کر رہا تھا مجھ میں اور تم میں بس یہی تو فرق ہے۔ تمہارا
تو خیال یہ ہے، کہ کتے کو بھونکتے سننے کے لئے، اور یہ معلوم کرنے کے لئے
کہ یہ کتا ہے، جو بھونک رہا ہے تم کو کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ تمہاری یہی تو بڑی

غلطی ہے۔ فی الاصل تم نادانستہ طور پر بہت جد و جہد کرتے ہو، تم اپنا پورا کا پورا حافظہ اور تمام جمع شدہ تجربہ، لیتے ہو، اور یادداشتوں کے بڑے ذخیرہ کو ایک نقطہ پر اس طرح جمع کرتے ہو کہ ان تمام یادداشتوں میں سے ایک یادداشت اُن آوازوں میں ٹھیک بیٹھ جائے، جو تم سنتے ہو، اور یہ یادداشت وُہ ہوتی ہے، جس میں اس آواز سے مطابقت کثیر ترین ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہنا چاہیئے کہ ان دونوں میں مطابقت تامہ ہونی چاہیئے، کیونکہ جس یادداشت کا تم احیاء کرتے ہو، اور جس خام احساس کا تم ادراک کرتے ہو، ان دونوں میں مطلق اور ذرا سا بھی تباین اور اختلاف نہ ہونا چاہیئے۔ اگر یہ تباین اختلاف ہے، تو تم سمجھ لو کہ تم خواب دیکھ رہے ہو۔ یہ انضباط صرف حافظہ کی کوشش، اور ادراک کی کوشش سے پیدا ہو سکتا ہے، بعینہ اس طرح جیسے کہ ایک درزی ایک نیا کوٹ کچا کر کے تم کو پہناتا ہے، اُس کو تمہارے جسم کے مطابق کرنے کے لئے اس کو مختلف جگہوں سے پکڑ کر ٹانکا لگا دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ تم تمام دن برابر بے انتہا کوشش کرتے رہتے ہو۔ حالت بیداری میں تمہاری زندگی محنت و مشقت کی زندگی ہوتی ہے، یہاں تک کہ اُس وقت بھی

جب تم بخیال خود بالکل بیکار بیٹھے ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر لمحہ تم کو بعض باتوں اور چیزوں کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، اور بعض باتوں اور چیزوں کو خارج کرنا پڑتا ہے۔چنانچہ تم اپنے تمام احساسات میں سے خاص خاص کا انتخاب کرتے ہو، کیونکہ تم اپنے شعور میں سے اُن ہزاروں داخلی احساسات کو خارج کر دیتے ہو، جو رات کے وقت، جب تم سوتے ہو، عود کر آتے ہیں۔اسی طرح تم نہایت احتیاط، تعیّن، اور نفاست کے ساتھ اپنی یادداشتوں میں سے بھی خاص خاص کا انتخاب کرتے ہو، کیونکہ تم اُن تمام یادداشتوں کو مسترد کر دیتے ہو، جو تمہارے موجودہ مشغلہ کے لئے موزوں نہیں ہوتیں۔یہی انتخاب، جو تم ہر وقت کرتے رہتے ہو، اور یہ مطابقت، جس کی تم ہمیشہ تجدید کرتے رہتے ہو، اس چیز کی پہلی اور سب سے زیادہ لازمی خصوصیت ہے، جسے تم فہم عامہ کہتے ہو۔ لیکن اس تمام کی وجہ سے تم ایک غیر منقطع استدراد کی حالت میں رہتے ہو۔ تم اس کو اس وقت تو محسوس نہیں کرتے، بعینہ اسی طرح جیسے کہ تم ہوا کا دباؤ محسوس نہیں کرتے، لیکن انجام کار یہ تم کو تھکا دیتی

ہے۔ فہم عامہ بہت متعصب ہوا کرتی ہے۔

"میں پھر کہتا ہوں، کہ مجھ میں اور تم میں فرق بھی اسی قدر ہے کہ میں کچھ کرتا ہی نہیں۔ جو کوشش تم برابر اور متواتر کئے جاتے ہو، اُس کو میں روک لیتا ہوں۔ بجائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو عملی زندگی سے متعلق کر دوں، میں اس سے علیحدہ ہو جاتا ہوں۔ ہر چیز میرے لئے ناقابلِ اعتنا بن جاتی ہے۔ میں ہر چیز سے بے غرض ہو جاتا ہوں۔ اس طرح بے غرض ہونا سونا ہے، اور جس حد تک کہ کوئی شخص اس طرح بے غرض ہو جاتا ہے، اسی قدر گہری نیند اس کی ہوتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچّہ کے پاس سوتی ہے، تو بچّے کی ایک ہلکی سی غیر معمولی سانس سے بھی اُس کی آنکھ کھُل جاتی ہے، حالانکہ کرخت سے کرخت آواز بھی اُسے بیدار نہیں کر سکتی۔ کیا وُہ اپنے بچّے کے تعلق سے واقعی سو رہی ہے؟ ہم اُن اشیاء کے تعلق سے کبھی نہیں سوتے، جن کے ساتھ ہم کو مسلسل غرض ہوتی ہے۔

"تم مجھ سے پُوچھتے ہو، کہ جب میں خواب دیکھتا ہوں، تو میں کیا کرتا ہوں؟ اب میں تم کو بتاتا ہوں، کہ جب تم بیدار ہوتے ہو تو تم

کیا کرتے ہو؟ تم مجھے، یعنی خواب کے "موجِد"، دوسرے الفاظ میں اپنے تمام گزشتہ تجربہ، کو پکڑ لیتے ہو؟ اور پھر مجھے سکوڑ کر مجبور کرتے ہو، کہ میں اس تنگ دائرہ میں ٹھیک بیٹھ جاؤں، جو تم اپنے موجودہ مشغلہ کے گرد کھینچتے ہو، کہ اسی کا دوسرا نام حالتِ بیداری ہے۔ یہی عام اور معمولی نفسی زندگی ہے۔ یہ ایک کشمکش ہے۔ یہ ایک ارادہ کرنا ہے۔ اب رہ گیا خواب، تو کیا تم کو واقعی اس بات کی ضرورت ہے، کہ میں اس کی توجیہ کروں؟ یہ وہ حالت ہے، جس کو تم طبعاً اس وقت اختیار کرتے ہو، جب تم اپنے آپ کو آزاد چھوڑ دیتے ہو، جب تمہاری یہ قابلیت سلب ہو جاتی ہے کہ تم اپنے آپ کو ایک خاص نقطہ پر مجتمع و مرتکز کرو، اور جب تم ارادہ کرنا ترک کر دیتے ہو۔ قابلِ توجیہ چیز دراصل وہ حیرت انگیز مشین ہے، جو کسی وقت فوراً اور تقریباً غیر شعوری طور پر تمام اس ذخیرہ کو، جو تم اپنے اندر رکھتے ہو، ایک ایسے نقطہ پر مجتمع اور مرتکز کرتی ہے، جس سے تم کو دلچسپی اور غرض ہے۔ لیکن یہ توجیہ عام نفسیات، یعنی حالتِ بیداری کی نفسیات، کا کام ہے، کیونکہ جاگنا اور ارادہ کرنا ایک ہی بات ہے۔"

یہ بیان ہے خواب دیکھنے والے ایغو کا۔ اگر ہم اس کو بلا روک ٹوک

بولنے دیتے، تو یہ اور بہت سی باتیں ہمیں بتلاتا۔ لیکن ہم سردست اس فرق کو مختصراً بیان کریں گے، جو خواب کو حالتِ بیداری سے علیحدہ کرتا ہے۔ خواب میں بھی بعینہ وہی تو ارکام کرتے ہیں، جو حالتِ بیداری میں کیا کرتے ہیں۔ لیکن مقدم الذکر حالت میں تو یہ ڈھیلے پڑے ہوتے ہیں، اور موخر الذکر حالت میں تنے ہوئے۔ خواب مساوی ہوتا ہے تمام حیات ذہنی منفی اِس تناؤ (اشتداد)، کوشش اور جسمانی حرکت کے۔ خواب میں بھی ہم ادراک کرتے ہیں، ہم یاد کرتے ہیں، اور استدلال کرتے ہیں۔ یہ سب خواب میں بحدِ وافر موجود ہوتے ہیں، کیونکہ عالم ذہنی میں وفور کوشش پر دلالت نہیں کرتا۔ کوشش کی ضرورت صرف متعین انضباط تطابق کو ہوتی ہے۔ کتے کے بھونکنے کی آواز کو اس مجمع کی یاد کے ساتھ ملانے کے لئے، جو چیخیں مارتا ہے، کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس غرض کے لئے کہ یہ آواز بھونکتے ہوئے کتے کی آواز کی صورت میں مُدرک ہو، ایسی ایجابی کوشش درکار ہوتی ہے۔ یہی وُہ قوت ہے، جو خواب دیکھنے والے میں مفقود ہوتی ہے، اور یہی قوت اس میں اور بیدار شخص میں وجہ امتیاز ہے۔

اس لازمی فرق سے اور بہت سے فروق منتج کئے جا سکتے ہیں، اور اسی سے ہم خواب کی بڑی بڑی خصوصیات معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن مَیں یہاں اس مطالعہ کا صرف خاکہ پیش کر سکتا ہوں۔ یہ تین باتوں پر موقوف ہوتی ہے۔ اول، خواب کی عدم مطابقت۔ دوم، مرورِ زمان کی حس کی وہ موقوفی، جو خوابوں میں اکثر منکشف ہوتی ہے اور سوم، وہ ترتیب جن میں وُہ یادداشتیں خواب دیکھنے والے کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں، جو موجودہ احساسات کے حصول کے لئے کوشاں ہوتی ہیں۔

خواب کی عدم مطابقت کی توجیہ میرے نزدیک سب سے آسان ہے۔ چونکہ خواب کی خصوصیت یہ ہے، کہ یہ حافظی تمثال اور احساس کے درمیان انضباطِ تامہ کا مقتضی نہیں ہوتا، بلکہ برخلاف اس کے ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا مختلف یادداشتیں ایک ہی احساس پر چسپاں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے، کہ ہمارے ساحتِ نظر میں ایسا سبز دھبہ ہو، جس پر سفید نقاط ہیں۔ یہ ایک سبزہ زار بھی ہو سکتا ہے، جس پر کہیں کہیں سفید پھول کھلے ہوئے ہیں۔ یہ بلیرڈ کی ایک میز بھی بن سکتا ہے، جس پر سفید گیند پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ

اور بہت سی چیزیں بن سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ یہ احساس بہت سی حافظی تمثالات کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ سب تمثالات اس کے حاصل کرنے کے لئے دوڑتی ہیں۔ بعض اوقات تو یہ یکے بعد دیگرے اس کو پا لیتی ہیں، اور اس طرح سبزہ زار بلیرڈ کی میز میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور ہم اس استحالہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اکثر یہ تمام تمثالات بیک وقت اور ساتھ مل کر اس احساس کو حاصل کرتی ہیں۔ اس صورت میں سبزہ زار ہی بلیرڈ کی میز بن جاتا ہے۔ یہی بنا ہے اُن لغو خوابوں کی جن میں ایک شے اپنی اصلی حالت پر بھی قائم رہتی ہے، اور اُسی وقت کسی اور چیز کا روپ بھی اختیار کر لیتی ہے۔ میں نے ابھی کہا ہے، کہ جب ذہن ان لغو مناظر سے دوچار ہوتا ہے، تو یہ اُن کی توجیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح ان کی لغویت اور عدم مطابقت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اب باقی رہی یہ بات، کہ ہمارے اکثر خوابوں میں حسِ زمان موقوف ہو جاتی ہے، سو یہ بھی اسی علت کا معلول ہے۔ چند ثانیوں کے عرصے میں ہمارا خواب واقعات و حادثات کا وہ سلسلہ پیش کرتا ہے، جو بحالت بیداری کئی دنوں میں بھی پورا نہ ہوتا۔ ایسے موری کی مثال شہرۂ آفاق

ہے، اگرچہ آج کل اس کو مشتبہ نظروں سے دیکھا جا رہا ہے تاہم میری رائے میں یہ ناممکن نہیں، کیونکہ اسی قسم کی اور بہت سی مثالیں خود میری نظر سے گزری ہیں۔ لیکن تمثالات کی یہ سرعتِ حرکت ذرا بھی حیرت انگیز نہیں۔ حالتِ بیداری میں ہماری زندگی اپنے ابنائے جنس کے ساتھ گزرتی ہے، اور اسی خارجی اور اجتماعی زندگی کی طرف ہماری توجہ ہمارے داخلی احوال کے تعاقب کو منضبط کرتی ہے۔ یہ گویا گھڑی کا بیلنس وہیل[1] ہے، جو کمانی کے غیر منقسم اور تقریباً قدرتی تناؤ میں اعتدال پیدا کرتا، اور اس کو باقاعدہ حصّوں میں تقسیم کرتا ہے۔ خواب میں یہی بیلنس وہیل غائب ہوتا ہے۔ عالمِ ذہنی میں وفور کی طرح اسراع بھی قوت کی علامت نہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ کوشش و قوت کی ضرورت تعیّن انضباط کے لئے ہوتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے، جس سے خواب دیکھنے والا محروم ہوتا ہے۔ وہ اب زندگی کی طرف وہ توجہ نہیں کر سکتا، جو اس بات کے لئے درکار ہوتی ہے کہ داخلی احوال خارجی ماحول کے مطابق منضبط ہو جائیں، اور داخلی مرورِ زمان اشیاء کی خارجی بقا کے موافق ہو جائے۔

---

[1] BALANCE WHEEL

اب ہم کو صرف اِس بات کی توجیہ کرنا ہے، کہ خواب میں ذہن کا مخصوص ڈھیلا پن کس طرح خواب دیکھنے والے کو ایک خاص حافظی تمثال کو ترجیح دینے کی طرف مائل کرتا ہے، حالانکہ اور بہت سی تمثالات بھی ان احساسات میں ٹھیک بیٹھ سکتی ہیں۔ ایک عام خیال اس مسئلہ کی بابت یہ ہے کہ ہم خواب میں وہی واقعات وحادثات دیکھا کرتے ہیں، جن میں کہ ہم بحالت بیداری مشغول ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ صحیح ہوتا ہے، لیکن جب حالتِ بیداری کی نفسیاتی زندگی اپنے آپ کو سونے کی حالت تک پھیلاتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم فی الواقع سوتے ہی نہیں۔ اگر ہماری تمام رات اسی قسم کے خوابوں سے پُر ہو، تو صبح کے وقت ہم بالضرورت تکان محسوس کرتے ہیں۔ عام اور معمولی نیند میں، اگر اور تمام باتیں غیر متغیر ہیں، تو ہمارے خواب ان خیالات سے تعلق رکھتے ہیں، جو ہمارے ذہنوں سے بہت جلد گزرے ہیں، اور ہم کو خواب میں وُہ اشیاء دکھائی دیتی ہیں، جن کا ہم نے تقریباً بلا توجہ ادراک کیا ہے۔ اگر ہم رات کو اسی دن کے خواب میں دیکھتے ہیں، تو زیادہ احتمال اِس بات کا ہوتا ہے کہ غیر اہم واقعات خواب میں دکھائی دیں گے، نہ کہ اہم ترین۔

یہاں ڈبلیو رابرٹ اور پروفیسر فرائڈ کے خیالات سے کلی

اتفاق رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ میں سڑک پر کھڑا ہوا موٹر کا انتظار کر رہا تھا۔ میں سڑک کے ایک طرف کو کھڑا تھا، لہذا مجھے موٹر وغیرہ کی ٹکر کا اندیشہ نہ تھا۔ لیکن اگر موٹر گزرنے کے وقت امکانی خطرہ کا خیال میرے ذہن میں خطور کرتا، یا اگر میرا جسم بغیر میرے خطرہ کو محسوس کئے جبلتہً سکڑ جاتا، تو بہت ممکن تھا کہ میں رات ہی کو خواب دیکھتا، کہ میں موٹر کے نیچے آگیا ہوں۔ میں ایک بیمار کی تیمار داری کرتا ہوں، جو لب گور ہے۔ اگر اس دوران میں کسی وقت میرے دل میں امید خلاف امید پیدا ہوتی، تو خواہ یہ امید میرے علم میں نہ آتی، تب بھی میں خواب دیکھ سکتا تھا، کہ وہ مریض صحت یاب ہو چکا ہے۔ صحت کا یہ خواب دکھائی دینا، مرض کے خواب کی نسبت زیادہ محتمل تھا۔ مختصر یہ کہ خواب میں جو واقعات وحادثات کہ بالترجیح رونما ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ وہ ہوتے ہیں، جن پر میں نے توجہ نہیں کی۔ اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ خواب کا ایغو وہ ایغو ہے جو ڈھیلا پڑ چکا ہے؛ لہذا جن یادداشتوں کو یہ جلدی سے مجتمع کر سکتا ہے وہ ڈھیلے پن کی یادداشتیں ہوتی ہیں۔ یعنی یہ ایسی ہوتی ہیں، جن پر کوشش کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔

یہ صحیح ہے، کہ بہت گہری نیند میں جو اصول کہ یادداشتوں کے دوبارہ ظہور پر متصرف ہے، وہ مختلف ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیں اس گہری نیند کے متعلق کچھ بھی تو معلوم نہیں۔ جو خواب کہ اس میں ہم کو دکھائی دیتے ہیں، اُن کو ہم بالعموم بھول جایا کرتے ہیں، تاہم بعض اوقات ہم اُن کا کچھ نہ کچھ حصہ یاد کر لیا کرتے ہیں۔ اس میں ایک عجیب وغریب، مخصوص اور ناقابل بیان احساس ہمارے تجربہ میں آتا ہے۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم زماناً ومکاناً بہت دُور سے آ رہے ہیں۔ یہ مناظر بھی بلاشبہ بہت پُرانے ہوتے ہیں۔ یہ بالعموم جوانی یا بچپن کے مناظر ہوتے ہیں، جو خواب میں ہمارے تجربہ میں آتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک قسم کی جذبی کیفیت ہوتی ہے، جو ہم میں جوانی اور بچپن کا تازہ احساس پیدا کرتی ہے، جس کو ہم حالتِ بیداری میں عمر بھر بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

اب نفسیات کو اسی گہری نیند کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، نہ صرف اس غرض سے کہ غیر شعوری حافظہ کی مشین کا مطالعہ کرے، بلکہ اس غائت سے، کہ ان عجیب تر مظاہر کا معائنہ وتحقیق کرے، جو

"نفسی تحقیق"[1] نے منکشف کئے ہیں۔ میں اس صنف کے مظاہر پر رائے زنی کی جرأت نہیں کر سکتا، لیکن میں اُن مشاہدات کی اہمیت پر زور دیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا، جو Society for Psychical Research نے ایک نہایت صحیح طریقہ سے اور نہایت سرگرمی و جوش کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ اور اگر دُور اثری[2] ہمارے خوابوں پر اثر کرتی ہے، تو بہت ممکن ہے کہ یہ اسی نیند میں کارفرما ہوتی ہو۔ لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ میں اس مسئلہ پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔ میں جہاں تک جا سکتا تھا، وہاں تک پہنچ چکا ہوں، اور اب میں عالمِ غیب کے دروازے پر آ کر رُک گیا ہوں۔ غیر شعور کی پوشیدہ ترین گہرائیوں کی تفحیص و تفتیش، اور جس چیز کو میں نے ابھی شعور کی مخفی زمین کہا ہے، اُس پر محنت و مشقت، اس نئی صدی میں نفسیات کا سب سے بڑا کام ہے۔ مجھے یقین ہے، کہ حیرت انگیز انکشافات وہاں اس کے منتظر ہیں،

---

[1] PSYCHICAL RESEARCH

[2] TELEPATHY

جو شاید اتنے ہی اہم ہوں جتنے کہ گزشتہ صدیوں میں طبعی اور طبعی علوم کے انکشافات تھے۔ یہ وُہ وعدہ ہے، جو میں اس سے کرتا ہوں، اور یہی وُہ دعا ہے، جو میں خاتمہ پر اس کے لئے کرتا ہوں۔